4/91

قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہٖ فصلّی (القرآن الکریم)

وہ فلاح پاگیا جس نے تزکیہ کر لیا' اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

ماہنامہ المرشد لاہور

غلام مصطفیٰ اویسی

تصوّف کیا ہے؟

لُغت کے اعتبار سے تصوّف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا رشتہ چاہے صفا سے جا ملے، اِس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النیت پر ہے اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصولِ رضائے اِلٰہی ہے قرآن وحدیث کے مطالعے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ حسنہ اور آثارِ صحابہؓ سے اِس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے۔

(دلائل السلوک)

ماہنامہ المرشد لاہور

جلد: ۱۲ — شمارہ: ۹

رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ اپریل ۱۹۹۱ء

ماہنامہ

المرشد

لاہور

یکے از مطبوعات۔ ادارہ نقشبندیہ اویسیہ: دارالعرفان چکوال

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
اپنی بات (اداریہ)	3
ماہ رمضان کی برکات	5
لیلتہ القدر	14
نسبت اویسیہ کا کمال	23
نزول قرآن اور خواتین	31
نسبت اویسیہ کا مقام	39

مجلسِ ادارت

ایڈیٹر: تاج رحیم

☆☆☆☆☆

آرٹ ایڈیٹر: مقصود احمد

بدلِ اشتراک

فی پرچہ دس روپے ششماہی ۵۵ روپے

چندہ سالانہ ۱۰۰ روپے تاحیات ۱۰۰۰ روپے

غیر ملکی

	سالانہ	تاحیات
سری لنکا، بھارت، بنگلہ دیش	۱۰۰ روپے	۲۰۰۰ روپے
مشرق وسطی کے ممالک	۵۰ سعودی ریال	۷۵۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپ	۱۲ سٹرلنگ پونڈ	۲۰۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ و کینیڈا	۲۵ امریکن ڈالر	۱۲۵ امریکن ڈالر

پتہ:- ماہنامہ المرشد۔ اویسیہ سوسائٹی ۲ کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور ٹیلیفون لاہور ۸۴۳۹۰۹

اداریہ

اپنی بات

کیا ذکرِ الٰہی انسان کے تمام مسائل کا حل ہے ؟

زندگی کا ہر مسئلہ چند اصولوں کی تکمیل کا تقاضا چاہتا ہے اور جب تک کسی اصول کی ضروریات کو پورا نہ کیا جائے مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ مثلاً ہمارے ملک میں نظامِ تعلیم بہتر ہونے کی بجائے بدتر ہوتا جا رہا ہے۔ بے روزگاری ختم ہونے کی بجائے بڑھ رہی ہے۔ رشوت ختم ہونے کی بجائے ہر سرکاری کارندہ راشی بن گیا ہے۔ ہماری روزمرہ کی زندگی پر جرائم کی حکمرانی ہے تو کیا ایسے مسائل ذکرِ الٰہی سے ختم ہو سکتے ہیں ؟

اگر "ذکر" سے مراد یہ لیا جائے کہ پھونک مارنے سے مسائل حل ہو جائیں تو یہ حل نہیں بلکہ مسائل سے فرار کا بہانہ ہے۔ تعلیم بہتر اور عام کرنے کے لیے جو وسائل مخصوص کیے گئے کیا اُن کو اسی مقصد کے لیے استعمال کیا گیا ؟ اب تک اربوں کھربوں ڈالر کے قرضے اور امداد کو بے روزگاری دور کرنے کے لیے استعمال کیا گیا یا وہ بے ایمان سرکاری اہل کاروں اور حکمرانی کی ذاتی لوٹ کھسوٹ اور عیاشی میں ڈوب گئے۔ کیا سیاسی رہنما، حکمران، پولیس

اور عدلیہ جرائم ختم کرنے میں مخلص ہیں یا اپنے اپنے ذاتی مفاد کی خاطر اُن کی پرورش کر رہے ہیں ؟ اِن تمام برائیوں کی تہہ میں جو قوت سرگرم عمل ہے اُسے عام فہم زبان میں "نیت" کہا جاتا ہے اور جب اس نیت کو برائیوں کا مرض لگ گیا ہے اور مکمل طور پر شیطانی قوت کے قبضے میں آچکا ہے۔ اگر جسم کے کسی حصّے میں خرابی آنے سے انسان کی پوری شخصیت متاثر ہوسکتی ہے۔ تو مرکزی حیثیت رکھنے والے حصّے پر مرض کا حملہ تو موت ہوتا ہے اور ایسی موت سے پہلے مایوسی، خوف، بے سکونی، زندگی کی ہر دلچسپی سے لاتعلقی، اُس مریض کی شخصیت بن جاتی ہے۔ جب پوری قوم یا معاشرہ کی "نیت" برائی کے مرض کا شکار ہوجائے تو اُس قوم کے افراد کا اپنے مسائل کے حل سے دلچسپی کا یہی حال تو ہوگا جو اس وقت ہمارا ہے اور جب مرض لاعلاج ہوجائے اور موت کا سایہ نظر آنے لگے تو ایک ہی مقام رہ جاتا ہے جہاں سے شفاء کی امید کی جاسکتی ہے۔ وہ ہے اللہ کی بارگاہ۔ "نیتوں" کے اِس لاعلاج مرض کی شفاء اللہ سے رجوع کیے بغیر نصیب نہیں ہوسکتی اور "ذکرِ الٰہی" اللہ سے رجوع کرنے کا ایک ذریعہ ہے اس ذریعے کے بغیر "نیتوں" کا علاج ممکن نہیں۔

دن رات کے چوبیس گھنٹے میں سے چند منٹ کے لیے آنکھ، کان اور سوچ کے تمام کھڑکی دروازے بند کرکے اللہ کو پکارا جائے تو وہ ایسا کریم، مہربان اور رحمت کرنے والا ہے کہ وہ اُس پکار سے لاتعلق نہیں رہتا۔ پکارنے والے انسان کی سوچ اور شخصیت میں ایسی مثبت قوت پیدا کردیتا ہے کہ وہ زندگی کے مسائل کو حل کرنے کے قابل بن جاتا ہے۔ جب کوئی معاشرہ اجتماعی طور پر یا افراد کی اکثریت اِس طریقۂ علاج کو اپنالے تو اُس معاشرے میں ایسی مثبت تبدیلی آنے لگتی ہے کہ زندگی کے مسائل کے حل کی قوت پیدا ہوجاتی ہے۔ نیت درست ہوجائے تو کونسا مسئلہ ہے جو حل نہیں ہوسکتا ہے۔ کونسی ایسی مشکل ہے جو ہماری ترقی کی راہ میں رکاوٹ بن سکے ؟ نیت کا درست ہونا شرط ہے اور نیت کی درستی کے لیے "ذکرِ الٰہی" کا انجکشن لازمی ہے۔ ذکرِ الٰہی ہمارے تمام انفرادی اور قومی مسائل کا حل ہی تو ہے۔

تاج رحیم

ماہِ رمضان کی برکات

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

رب جلیل کی کس قدر نعمتیں اس کی مخلوق استعمال کرتی ہے اور اس کے کتنے گوناگوں انعامات اپنی ساری تخلیق پر ہیں اس کا شمار ممکن نہیں اس خالق حقیقی نے ہر ذرے کو نہ صرف وجود بخشا ہے بلکہ ہر تنکے ہر گل ہوا کے ہر جھونکے ہر درخت ہر پتے کو الگ سے خصوصیات عطا فرمائی ہیں نرالے اور انوکھے رنگ بخشے ہیں۔ جدا جدا خوشبوئیں عطا کی ہیں اور مختلف ذائقوں سے بھر دیا ہے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ کیڑی سے لے کر بہت بڑے عظیم جثے کے مالک جانور تک ہر چیز اس کے خوان کرم پہ ہر آن استفادہ کرنے میں مصروف ہے اور اس نے اتنی گوناگوں خصوصیات اپنی مخلوق میں سمودی ہیں کہ انسان اپنے ساری علمی کمالات اور ترقی اور عروج کے باوجود ایک ذرے کا سینہ چیر کر اس کے سارے بھید نہیں پا سکا۔ ابھی مزید انکشافات ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

یہی حال ان نعمتوں کے شمار کا ہے کہ کوئی چاہے تو کبھی انہیں گن نہیں سکتا لیکن اپنی اس ساری تخلیق میں انسان کو اس نے ان سے جدا سب سے الگ اور سب سے نرالی ایک نعمت عطا فرمائی ہے اور یہ بڑی عجیب بات ہے کہ تمام تخلیق میں وہ نعمت صرف اور صرف انسان کو بخشی۔ فرشتہ مکلف ہے جن مکلف ہے۔ نیکی و بدی کا حساب دینا یہ فرشتے کے ذمے بھی ہے جن کے ذمے بھی ہے لیکن ان دونوں کو بھی وہ نعمت نصیب نہیں اور وہ ہے اللہ جل شانہ کی اپنی ذات کی پہچان۔ یہ جتنی مخلوق آپ دیکھتے ہیں یہ اس کے حکم کے تابع ہیں ان کی رسائی اس کے حکم تک ہے اس کی ذات کو سمجھنا یا اس کی ذات کی طلب کرنا یا اس کی ذات سے مخاطب ہونا یا اس کی ذات کے قرب کی تمنا کرنا یہ ساری مخلوق کے بس کی بات نہیں فرشتہ جو نوری مخلوق ہے وہ فرشتے جو عرش معلیٰ پہ بھی رہتے ہیں آسمانوں پہ بھی رہتے ہیں وہ فرشتے جو ہر آن اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں وہ فرشتے جو جنت میں بھی اپنے فرائض انجام دیتے ہیں اور وہی فرشتے جو دوزخ میں بھی احکام الٰہی کی تعمیل میں لگے ہیں یہ ساری مخلوق اس کے حکم کی تابع ہے ان میں سے کسی میں یہ جرات نہیں کہ وہ اپنی آنکھ اٹھا کر اس کے جمال جہاں آرا کی طرف بھی نگاہ کریں اس کے رخ روشن کو بھی دیکھنا چاہیں کبھی اس کو پانے کی اس کو دیکھنے کی اس کے قریب جانے کی تمنا کر سکیں ان میں یہ شے ہے ہی نہیں۔

جنات انسان سے پہلے زمین پر آئے رہے بسے انسان کے ساتھ قیامت تک زمین پر بسیرا ہے ان کا ان میں نیک بھی ہیں بد بھی ہیں۔ انہیں برائی پہ قرآن حکیم نے سزا کی وعید سنائی ہے لیکن اچھائی پہ صرف

مواخذے سے بچ جانے کا وعدہ ہے جنت کا وعدہ یا قرب الٰہی کا وعدہ کہیں پورے قرآن حکیم میں موجود نہیں۔ یہ صرف ایک انسان ہے جسے یہ شعور بخشا کہ وہ اللہ کی ذات کو بھی پہچانتا ہے اور اس کی صفات کو بھی پہچانتا ہے باقی ساری مخلوق کی رسائی اس کی صفات تک ہے۔ حکم بھی اس کی صفت ہے احکام کے تابع مخلوق کی رسائی صفات باری تک ہے پوری تخلیق میں صرف انسان ہے جس کی نگاہ اس کے رخ روشن کو دیکھنا چاہتی ہے جس کا دل اس کے جمال کا طالب وہ اس کے حسن کو اپنی آنکھوں میں سمونا چاہتا ہے اور یہ خواہش یہ جرات یہ شعور یہ تاب یہ مجال اسے کس نے دی اس نے جس نے اسے انسان بنایا۔ اب اس کی ذات کو پہنچانے کا جو ذریعہ واسطہ اور اس کی ذات کو دیکھنے کے لیے جس چشم بینا یا بینائی کی جس درجے یا جس طاقت کی قوت ہے وہ اس نے انسانوں میں سے اپنے منتخب بندوں کو عطا فرمائی اور اس کا نام ہے نبوت۔

اور نبوت صرف اور صرف انسانوں کو عطا کی گئی فرشتوں کو بھی نہیں بخشی گئی جنوں کو بھی نہیں بخشی گئی پوری کائنات کی مخلوق میں کسی دوسری مخلوق کو نہیں بخشی گئی صرف انسان ہے جس کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔ نبی اللہ جل شانہ سے براہ راست شرف ہم کلامی رکھتا ہے خواہ وہ بذریعہ وحی ہو خواہ وہ بذریعہ القاء والہام ہو اور خواہ وہ براہ راست ۔ موسیٰ علیہ السلام کے بارے جیسا آتا ہے کہ ان کے پروردگار نے ان سے ایسے باتیں کیں جیسے بات کی جاتی ہے لیکن یہ ساری وحی کی صورتیں ہیں اور امور نبوت ضروری ہے انسانوں میں سے وہ ہستی اس سے ہم کلام ہو سکتی ہے جس کے سینے میں نور نبوت ہو اور یہ بات اس دار دنیا کی ہے اب اس نے جب انسان کو اتنی عظمت بخشی تو تھوڑی سے آزمائش رکھ دی۔

آزمائش یہ رکھی کہ اس نے انسان کو وجود بخشا وجود کو ضروریات بخشیں گرمی سردی پیاس بھوک لطف راحت لذت رنج و الم ان ضروریات کی تکمیل کے ذرائع کو انسان کے گرد پھیلا دیا ضرورتیں پوری کرنے سے منع نہیں فرمایا ان نعمتوں کو جو اس کے گرد بکھیر دی ہیں استعمال کرنے سے روکا نہیں ہے لیکن ایک پابندی لگا دی اور وہ چھوٹی سی پابندی کہ جو چاہو کرو جب چاہو کرو لیکن مجھ سے بیگانہ ہو کر نہیں۔ مجھ سے پوچھ کر کرو یعنی تمہاری نگاہ کا جو مقصود اصلی ہے وہ میری ذات ہو اور کوئی بھی چیز میری ذات کے حوالے سے چھوڑنی پڑ جائے تو چھوڑ سکو اختیار کرنا پڑ جائے تو کر سکو اگر میں کہہ دوں کہ میٹھا چھوڑ دو کڑوا کھاؤ تو میٹھا چھوڑ کر کڑوا کھانے لگو اگر میں کہہ دوں کہ تمہیں قتل ہونا ہے تو گردن جھکا دو اگر میں کہہ دوں کہ تمہیں قتل کرنا ہے تو تلوار اٹھا لو میں کہہ دوں کہ اس سے تمہاری صلح ہے تو اسے سینے سے لگا لو اور میں کہہ دوں کہ میں اس سے تمہیں نہیں ملنا تو اس کی طرف سے اپنا چہرہ پھیرنا ہے۔ ساری نعمتیں استعمال کرو سارے تعلقات قائم رکھو۔ دولت کماؤ گھر بناؤ گاڑیاں خرید و کپڑے پہنو اچھی اچھی نعمتیں کھاؤ لیکن یہ سب کچھ میرے حوالے سے ہو کہ میں تمہارا مالک ہوں میں تمہارا محبوب ہوں میں تمہارا مقصود ہوں۔ میرا وہ حسن جسے کائنات کا کوئی فرد دیکھنے کی تمنا کرنے کی بھی جرات نہیں رکھتا میں نے تم پر لٹا دیا عیاں کر دیا پردے ہٹا دیئے حجابات اٹھا دیئے تمہیں وہ چشم بینا عطا کر دی تمہیں وہ طلب گار دل عطا کر دیا تمہیں وہ آتش عشق سوزاں عطا کر دی کہ تم میرے جمال کے طالب ہو۔

کہ محبت کے قرینوں میں تو ادب پہلا قرینہ ہوتا ہے تم مجھ سے پوچھے بغیر مجھے چھوڑ کر کسی چیز پہ فریفتہ ہو جاؤ مجھے بھول کر کسی دوسری طرف کھنچتے ہوئے چلے جاؤ میرے اس حسن بے مثال کو ٹھکرا کر تم عارضی اور فانی لذتوں پر ریجھ جاؤ تو پھر تمہاری انسانیت تو نہ رہی تم نے انسان ہونے کا حق ادا نہ کیا تم نے تڑپ اور عشق کے نام پر دھبہ لگایا تم نے محبتوں کو پامال کیا اور جانتے ہو اس کی سزا کیا ہے یہ کتنا بڑا جرم ہے۔ سب سے بڑی سزا اس کی یہ دی۔

ولا یکلمہ اللہ یوم القیامۃ۔ ایسے لوگوں سے میں کبھی بات

نہیں کروں گا اور یہی سب سے بڑی سزا ہے جو جہنم میں بھی ہو گی۔ دوزخی جب چلائیں گے پکاریں گے ہم تیری مخلوق ہیں تیرے عاجز بندے ہیں ہم سے خطا ہوئی بھول ہوئی گناہ ہوا تو ایک دفعہ صرف ایک جواب دیا جائے گا= جاؤ دفع ہو جاؤ جہنم میں رہو ولا تکلمون کبھی میرے ساتھ دوبارہ بات کرنے کی کوشش نہ کرنا۔

اور جنت کیا ہے؟ باقی سب فسانے ہیں۔ باقی سب سطحی باتیں ہیں اللہ جہاں کسی کو رکھتا ہے اس کی ضرورت کی چیزیں تو دیتا ہے دنیا میں رکھا تو کیا نعمتیں کم دیں۔

آخرت میں یا ابدی زندگی میں رکھے گا تو نعمتیں تو دے گا اصل نعمت جنت کی یہ ہے کہ یہ جنتی اللہ کو رو برو دیکھ سکے گا۔ اللہ سے بات کر سکے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی ساری نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ جنتی اللہ کو رو برو دیکھیں گے اللہ سے بات کر سکیں گے اب یہ اپنا اپنا مقام ہے کہ کسی کو سال میں ایک لمحہ نصیب ہو گا کسی کو چھ مہینے میں نصیب ہو گا۔ کسی کو تین مہینے میں کسی کو ہر مہینے کسی کو ہر ہفتے ہر جمعے کسی کو ہر روز اور شاید بعض ایسے ہوں گے جن کی نگاہ وہاں سے ہٹے گی بھی نہیں شاید کیا یقیناً ایسے بھی اللہ کے بندے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام جن کے قلوب کسی لمحے ان سے غافل نہیں ہوتے حتی کہ نیند بھی اور موت بھی قلوب انبیاء پر اللہ کی طرف سے غفلت طاری نہیں کر سکتی۔ تو آخرت میں ان کی نگاہ بھی اس کے رخ روشن سے ہٹے گی تو نہیں۔

جہاں یہ اجر بہت بڑا ہے جہاں یہ کام بہت بڑا ہے وہاں یہ اتنا آسان بھی نہیں ہے یہ اتنی آسان بات نہیں کہ بندہ اٹھ کر اللہ کے عشق کا دعوی کر دے یہ اتنی عام سی بات نہیں ہے بندہ نہیں کر سکتا بندے کی بہت محدود نگاہ ہے اور اس کی محدود عقل ہے اس کی بہت محدود سوچ ہے اور اسے ضروریات نے گھیرا ہوا ہے اور چھوٹی چھوٹی لذتوں کو جب اپنے گرد پاتا ہے تو مزید اس کا سارا دم خم نکل جاتا ہے اور کسی نہ کسی سمت ٹوٹ کے گرتا ہے کہ مجھے وہ چاہیے مجھے یہ چاہیے مجھے وہ لینا چاہیے اس میں عمر ضائع کر دیتا ہے بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ پہ فدا ہو جائے۔

اللہ بڑا کریم ہے اور انسان اس کے کرم کی حدود کو کبھی بھی سمجھ نہیں سکتا متعین نہیں کر سکتا وہ عقل و شعور کی وسعتوں سے وسیع تر ہے اس کی کرموں اور شفقتوں کا سمندر۔ ایسا کریم ہے کہ اس نے انسان کے دل میں اپنی طلب رکھی انسان کو اپنی ذات کے شعور کی استعداد بخشی اور اس کے ساتھ ایک عجیب اہتمام کر دیا اس پر روزے فرض کر دیئے یہ اس نے زبردستی اہتمام کیا جیسے کوئی انتہائی حسین و جمیل شکل رکھنے والا محبوب کسی کو اپنی طلب میں مبتلا کرنا چاہے تو اسے سارے جہان سے الگ کر کے ایک کوٹھڑی میں بند کر دے جہاں وہ صرف اسی کو دیکھ سکے۔

تو پورا مہینہ رب جلیل نے کھانا پینا سونا جاگنا دوستی دشمنی ہر غرض ہر خواہش سے انسان کو کاٹ کر الگ کر کے صرف اپنے روبرو بٹھا دیا روزے کا مطلب بھوک پیاس نہیں ہے کہ اللہ کے خزانوں میں راشن کی کوئی کمی ہو گئی ہے تھوڑا کھا لو مہینہ راشن بندی ہو گئی یا اللہ کے پاس نعمتیں کم ہو گئی ہیں اصل بات اس نے انتظام یہ فرما دیا دیکھو کتنا کریم ہے انتظام یہ کیا کہ سارے انسان مکلف ہیں اب جو ایمان نہ لائے اور محروم رہے تو وہ خود محروم ہے اللہ نے تو پوری انسانیت کو دعوت عام دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اے اولاد آدم تم جہاں بھی ہو اور جہاں تک ہو تم سب کے لئے دعوت عام ہے میرے دامن عافیت میں آجاؤ" اہتمام ایسا کیا کہ ساری خواہشات سے کاٹ کر انسان کو اپنے روبرو اب بٹھا تو دیا خواہشات سے تو یہ کٹ گیا یہ دار دنیا ہے یہاں اس کی نگاہ مادی ہے اور مادی نگاہ بار الٰہ تیرے جمال کو تو سہہ نہیں سکتی آخرت ہوگی تو وہاں نگاہ آخرت کی ہو گی وہاں کی بصیرت وہاں

کے معیار کے مطابق اور وہاں کی حیات و ہاں کے معیار کے مطابق وہ قوت دی جائے گی نگاہوں سے حجابات اٹھا دیئے جائیں گے تو وہاں کا دیکھنا تو الگ بات ہے یہاں

ساری مخلوق سے الگ کر کے ایک کوٹھڑی میں تو بٹھایا لیکن یہ کوٹھڑی میں بیٹھنا تجھ پر فدا ہونا کیسے دے گا تیرا پتہ کیسے دے گا تیرے حسن و جمال کا پتہ کہاں سے ملے گا فرمایا میں نے اس کا بھی انتظام کردیا ہے

انسان کی فطرت میں بہت بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ کسی بھی حسن صورت کا اسیر ہوجاتا ہے کوئی خوبصورت آواز اسے اپنا قیدی بنا لیتی ہے نیکی ڈلی کو کاٹ کر اس میں پھونک مارتی ہیں تو آواز نکلتی ہے صدیوں سے انسان اس کے نغموں کا اسیر ہے آپ یہ جتنے ساز دیکھتے ہیں کیا ہیں ان میں لکڑی کا ایک ڈبہ سا ہے اس پر کسی نے چمڑا مڑھ دیا اسے مختلف انداز سے اس پر ہاتھ مارتے ہیں چھڑی مارتے ہیں یا مختلف اوزار مارتے ہیں اس سے مختف آوازیں نکلتی ہیں لیکن ان مختلف آوازوں کا ایک آہنگ ان کا ایک تسلسل ان مختلف آوازوں کی لے اور ان کی آپس میں ایک نسبت انسان کو مسحور کر دیتی ہے انسان اسیر ہوجاتا ہے اس کا آپ نے دیکھا یہ جوگانے والے ہیں کسی کے پاس خوبصورت آواز ہوتی ہے تو لوگوں نے گھر لٹا دیئے انہیں ملک کا اور دنیا کا امیر ترین انسان بنا دیا جائے روئے زمین کی ساری انسانیت میں لوگ ان کے پیچھے دیوانوں کی طرح پھرتے ہیں وہ کوجھے ہوں بد شکل ہوں ان کی ظاہری شکل وصورت اچھی نہ ہو کیسے بھی ہوں لیکن آواز اچھی ہو گانا آتا ہو بس جہاں تک اس کی آواز جاتی ہے لوگ فدا ہوتے چلے جاتے ہیں

رب جلیل نے بھی انسانی فطرت کے مطابق انسانی مزاج کے مطابق اس کا اہتمام فرمایا فرمایا دیکھو میں کتنا کریم ہوں یہ رمضان المبارک مہینہ ہے جس میں میں نے تمہیں ساری کائنات سے کاٹ کر اور اپنے روبرو بٹھا کر پھر انزل فیہ القران میں نے بھی اپنی آواز کا جادو جگا دیا میں نے بھی اپنی ذاتی بات تم تک پہنچا دی میں نے بھی تم سے ہم کلام ہونا شروع کردیا میں تمہیں باتیں سنانے لگ گیا اب ساری کائنات کا حسن جمع ہوجائے تو خالق کائنات کی حسن کا مقابلہ تو نہیں کر سکتا سارے جہاں کے نغمے جمع ہوجائیں تو نغموں کا خالق جو ہے اس کی آواز میں جو نغمگی ہے اس کا مقابلہ تو نہیں کر سکتے ساری دنیا کا حسن صوت جمع ہوجائے ساری دنیا کا حسب ادب جمع ہوجائے ساری دنیا کا حسن شعر و شاعری جمع ہوجائے ساری دنیا کے سارے قرینے جمع ہوجائیں تو جو حسن ان سب کے خالق کی صدا میں ہے اس کی آواز میں ہے اس کی کلام میں ہے اس کے بیان میں ہے اس کے ذاتی ارشادات میں ہے بھلا وہ روئے زمین پر کہاں اور اس کے علاوہ کسی دوسری ذات میں کہاں تو فرمایا دیکھو میرے کرم کی انتہا دیکھو میں نے تمہیں پیدا کیا میں نے تمہیں قوتیں دیں میں نے تمہیں ضرورتیں اور ضرورتوں کو تکمیل کے سامان دیئے اور جب تم دنیوی خواہشات میں کھونے لگے میں نے تمہیں پکارا میں نے تم سے باتیں کیں میں نے تمہیں آواز دی میں نے تمہیں واپس بلایا اور اگر اب بھی میری آواز کو سن کو ٹھکرا دو تو کون یہ انصاف سے کہے گا کہ تم میرے دیدار کے قابل ہو تم خود ہی انصاف کرو خود جج بن جاؤ اور خود یہ طے کرو کہ اس حال میں جب تم مجھے بھول رہے تھے مجھ سے دور جارہے تھے مجھے سے بچھڑ رہے تھے اور دنیا کی رنگینیوں پر فریفتہ ہورہے تھے مجھ سے دور جارہے تھے مجھ سے تجھے رجھا لیا تھا میں نے تمہاری ساری خواہشات کو کاٹ دیا تم پر قدغن لگائی سب کو چھوڑ دو یہاں بیٹھو اور تمہیں بٹھا کر میں نے اپنا نغمہ چھیڑا میں نے اپنا ذاتی کلام نازل فرمایا میں نے تم سے باتیں کیں میں نے تمہیں بلایا میں نے تمہیں پکارا میں نے تمہارے لئے اپنے دامان شفقت کو کھول کر رکھ دیا شہر رمضان الذی انزل فیہ القران اے یہی تو

مبارک مہینہ ہے جس میں میں نے تم سے بات کی ہے اور جس کی خوشی میں ہر سال یہ مہینہ پورا تمہیں عطا کردیا اب بھی اگر تم میری ذات کا حسن نہ سمجھو اب

بھی اگر تم میرے کلام پہ میرے نغمے پر اسیر نہ ہو جائے اب بھی اگر تم میں تمہارے دل میں میری طلب میری تمنا پیدا نہ ہو اب بھی اگر تم واپس نہ آؤ تو پھر تمہاری واپسی کا کوئی راستہ کوئی امکان نہیں رہ جاتا پھر تمہارے پاس واپسی کا کوئی ذریعہ نہیں بچتا پھر تمہارا ہر قدم تمہیں میری بارگاہ سے دور لیتا چلا جائے گا

سوال یہ ہے کہ قرآن میں اللہ کے کلام میں وہ نغمگی ہے کہ دلوں کو اسیر کر دے؟ ایمان سے کہو اگر یہ نعمت اللہ کے کلام میں نہیں تو پھر مخلوق میں بھی وہ اثر کہاں سے آیا؟ حسن صورت تو درخت کی شاخوں میں ہے پتوں کے جھولنے میں ہے پتھروں کے چٹخنے میں ہے لہروں کے اٹھنے اور کناروں سے ٹکرانے میں ہے تو کیا اللہ کے کلام میں نہیں ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ وہ شعور جو اللہ کی ذات اور اس کی صفات کی معرفت عطا کرتا ہے اس کا ذریعہ نور نبوت۔ اور اس نغمے کی لذت پہنچانے کے لیے دل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں بچھانا پڑتا ہے دل کے کان جب وا ہوتے ہیں اور دل کی آنکھ جب بینا ہوتی ہے تو وہ اس کے حسن صورت کو بھی دیکھتی ہے وہ اس کے حسن نغمگی کو بھی دیکھتی ہے اس کے حسن ادب کو بھی پاتی ہے اور اس میں اللہ جل شانہ کی ذات کی تجلیات کو تلاش کر لیتی ہے۔

مولانا عبدالقدوس گنگوہی ولی اللہ تھے بہت بوڑھے ہو گئے تھے کمر دوہری ہو گئی تھی اور انہیں عادت تھی رات دن میں سب سے زیادہ کام جو وہ کرتے تھے وہ ان کے سجدے ہوتے تھے انہیں یہ مرض ہو گیا تھا کہ وہ سر اٹھاتے اور جھکاتے ہی رہتے تھے

اور اگر کوئی لمحہ بیٹھتے کوئی ملنے کو آجاتا اسے کہتے تمہیں قرآن آتا ہے؟ اگر وہ کہتا حضرت میں حافظ تو نہیں کچھ تو آتا ہو گا "کوئی نہیں آتا اچھا سورۃ فاتحہ تو آتی ہو گی قل شریف تو یاد ہو گا اچھا وہی سنا دو" کوئی حافظ ہوتا کسی کو اور کہیں سے آتا تو وہ وہاں سے سناتا تو ان کی ملاقات کا ایک ہی مصرف تھا اگر کسی سے بات کرتے تو فرماتے تجھے قرآن آتا ہے سناؤ۔ اور قرآن سنانا بند کر دیتا تو فرماتے اچھا اللہ حافظ جاؤ۔ ایک دن کسی خادم نے پوچھ لیا "حضرت جو آدمی آتا ہے آپ اس سے صرف قرآن سنتے ہیں پھر رخصت کر دیتے ہیں" تو فرمانے لگے "میاں ہم مریں گے" اب دیکھو اللہ کے بندوں کی باتیں دیکھو "ہم مریں گے تو ہماری قبر میں حوریں آئیں گی ہم تو کہہ دیں گے بی بی قرآن آتا ہے تو سناؤ نہیں تو جاؤ وقت ضائع نہیں کرنا"

یعنی یہاں بڑے بڑے جواریوں کو کو یہ لالے پڑے ہوئے ہیں کہ موت آئے گی تو ہو گا کیا؟ قبر میں جائیں گے تو بنے گا کیا؟ حساب کتاب ہو گا تو کریں گے کیا؟ وہاں وہ بے فکر بیٹھے ہیں انہیں یقین ہے میاں ہم تو مریں گے قبر میں حوریں آئیں گی تو کہہ دیں گے بی بی قرآن آتا ہے تو سناؤ نہیں تو جاؤ۔

اللہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حوروں کی حسن کی تعریف میں حدیث شریف میں ایک جملہ ہے بڑا عجیب کہ جنت کی کوئی حور اگر ہاتھ کی ہتھیلی سورج کے سامنے کر دے تو سورج کی روشنی ختم ہو جائے جس طرح سورج طلوع ہوتا ہے تو سارے ستارے آسمان پر موجود تو رہتے ہیں کوئی نظر نہیں آتا جس طرح سورج چھپ جائے لیکن جنہوں نے جمال باری کو دیکھا ان کا معیار بھی دیکھو کہ کوئی یار کی بات یا وہ ہے تو تمہیں سناؤ اس میں جو حسن ہے اس میں جو نغمہ ہے اس میں جو ذوق لطف اور تسکین ہے وہ اس میں ہے نہیں آتا تو جاؤ ہم خود اس کی باتیں کرتے رہیں گے۔

اللہ فرماتے ہیں لوگو! میں نے تو اسے لٹا دیا اس حسن کو نچھاور کر دیا اپنی مخلوق پر کہ میرا کلام ہدی للناس ۔ اگر کوئی محروم ہے تو اس نے خود کو الگ کر رکھا ہے میں نے کسی پر پابندی نہیں لگائی تمام اولاد آدم کے لیے عام ہے۔ ہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ہدی للناس۔ اور دیکھو گانے والے تو تمہیں فرضی گانے سناتے ہیں تم صرف ان کے نغمے پہ

فدا ہو جاتے ہو قصہ گو دوسروں کی بات سنتے ہیں تم سارا دن سنتے رہتے ہو ساز بجانے والا صرف سر اور تار سناتا ہے تم فدا ہوتے رہتے ہو میں نے نغمے نغمے میں تمہیں تمہاری ضرورت لو اور ان کی تکمیل کے بہترین طریقے بتائے یعنی میری عطا دیکھو میرا کرم دیکھو کہ میں نے تم سے بات بھی کی اس میں اپنا حسن سمو دیا۔ ہر بات میں بات کرنے والے کی اپنی ذات کا اثر ہوتا ہے آپ کسی نیک انسان سے مسلسل باتیں ہی سنتے رہیں طبیعت پہ نیکی اثر کی جائے گی۔ کسی شعبے کے انسان کے پاس بیٹھنا شروع کر دیں ٹیر لڑانے والوں کے پاس بیٹھیں آپ کو بیٹر لڑانے کی لت پڑ جائے گی صرف باتیں سنتے۔ آپ کی مجاہد اور غازی کی مجلس میں بیٹھنا شروع کر دیں تو آپ میں جرائت جہاد پیدا ہو جائے گی آپ کسی قسم کے انسان کے پاس بیٹھیں اس کی باتیں سنتے رہیں آپ ویسے ہو جائیں گے۔ اگر انسان کی ذات کا اثر اس کی بات میں اتنا ہوتا ہے تو ذات باری کی تجلیات اس کے کلام میں کتنی ہوتی ہوں گی۔ کیونکہ ہر متکلم کا اثر اس کی حیثیت اور طاقت کے مطابق ہوتا ہے تو جب اللہ کلام فرماتا ہے تو اس کے کلام میں اس کی تجلیات بھی اس کی ہستی اس کی طاقت اس کی شان کے مطابق ہوتی ہیں اور فرمایا اتنے

پر نور کلام کو میں نے صرف حسن و نغمہ نہیں بنایا تمہارے مطلب کی بات کی ہے اس میں ہدی للناس ہر طرح کی رہنمائی مہیا کر دی تمہیں جینے کے ڈھنگ مرنے کے سلیقے سیاسیات کا طریقہ کاروبار کا طریقہ اخلاقیات اور معاشیات تمہاری ہر ضرورت کی تکمیل کا بہترین طریقہ کیا ہے وہ بھی سمو دیا اس میں۔ اپنا جمال جہاں تاب بھی اسی میں سمو دیا۔ اور پھر قدغن نہیں لگائی کہ گورا سنے کالا نہ سنے شہری سنے دیہاتی نہ سنے پڑھا لکھا سنے انپڑھ نہ سنے مرد سنے عورت نہ سنے آدم علیہ السلام اور حوا علیہ رحمتہ کی اولاد جہاں بستی ہے اس کے لیے اذن عام ہے وہ کوجھا ہے کملا ہے عقلمند ہے خوبصورت ہے وہ کالا ہے یا گورا ہے وہ فقیر ہے یا امیر ہے وہ سلطان ہے یا گدا ہے میرے نغمے سب کے لیے ہیں۔ میرے ارشاد سب پہ ہدی للناس ہیں۔

اور سب کی ساری ضرورتوں کا بیان اس میں موجود ہے اور ایسا ویسا نہیں۔ بینت من الھدی۔ ایسا اہتمام ہے رہنمائی کا کہ اس کا کوئی دوسرا نظیر اور مثال پیش نہیں کر سکتا۔ فالفرقان اور حق اور باطل غلط اور صحیح کو الگ الگ کر کے علیحدہ کر دیتا ہے پھر بڑے پیار سے فرمایا لوگو!

فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ۔ لوگو زندگی میں اگر رمضان پا لو تو روزے رکھو اس کا مزا چکھ دیکھو اس کو اپنا کر دیکھو اس راستے پہ خود کو ڈال کر دیکھو۔ اب روزے رکھنے کے لئے چھوڑنے سے خوبصورت سے جملے میں کتنی خوبصورت بات سمو دی ایمان لائے گا تو روزے رکھے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی وسلم سے تعلق قائم کرے گا تو روزے رکھے گا۔ آپ سے سیکھے گا روزے رکھنا تو روزے رکھے گا۔ گویا ایک لطیف پیرائے میں بتا دیا کہ آؤ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے در پہ بیٹھو اور باتیں میری سنو اور یہ دو باتیں جب مل جاتی ہیں کہ کسی کو در مصطفیٰ نصیب ہو اور کلام الٰہی کی لذت نصیب ہو کہ تب انسان انسان بنتا ہے اور اس کی کیفیت عجیب ہو جاتی ہے۔

ہم تو اللہ سے کاروبار کرنے کے عادی ہیں اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بے ذوق سجدے اور غیر حاضر دماغ سے جو نمازیں پڑھتے ہیں اس میں ہمیں یہ بھی یاد نہیں ہوتا کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار سجدہ ایک کیا ہے یا دو۔ اس پر ہم چاہتے ہیں کہ اللہ کی ساری کائنات کا نظام ہمارے ہاتھ میں آ جائے۔ جو ہم چاہیں وہ ہو جائے۔ جو ہم نہیں چاہتے وہ رک جائے۔ بھلا اپنی طلب دیکھو اور اس کی ذات اور اس کی کائنات کی وسعتیں دیکھو میں نے تو یہی سمجھا ہے کہ ہم اگر نمازیں پڑھتے ہیں اس لیے کہ شاید اس میں دنیا کا فائدہ ہو گا۔ روزے رکھتے ہیں تو اس لیے کہ دنیا کی برکت ہو گی عمر بڑھے گی رزق بڑھے گا۔ مصیبت ٹلے گی یہ

کچھ بھی نہ ہو عمر گھٹ جائے سینہ پھٹ جائے رزق لٹ جائے اصل بات تو یہ ہے کہ اللہ کا جمال نصیب ہو جائے جس کی طرف اللہ نے دعوت دی ہے وہ بات تو یہ ہے۔

میں سورۃ یوسف کی تفسیر دیکھ رہا تھا تو اس آیت کریمہ پہ میرا کافی وقت لگ گیا لکھتے لکھتے نحن نقص علیک احسن القصص بما اوحینا علیک ہذا القرآن۔ عجیب بات ہے اللہ فرماتا ہے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں تمہیں ایک بہت خوبصورت واقعہ سناتا ہوں اور وہ واقعہ میں اپنے قرآن میں سمو رہا ہوں کہ اسے قاری قرات میں دہراتا رہے تلاوت کرنے والا اپنی تلاوت میں پڑھتا رہے وہ بیت اللہ میں دہرایا جائے تیری مسجد نبوی میں دہرایا جائے وہ حافظ تراویح میں دہرائیں وہ نماز پہ کھڑے ہو کر دہرائیں مبلغ اور واعظ اپنے وعظ و تبلیغ میں اس کی بات کریں اور ہمیشہ ہمیشہ جب تک روئے زمین پر انسان رہے وہ قصہ انسانوں کی زبان پر رہے اتنا خوبصورت قصہ یہ واقعہ ہے حضرت یوسف علیہ السلام کا اس میں اللہ کے دو عظیم الشان نبی علیہم السلام دو محبوب پیامبر علیہم السلام اتنی مصیبتوں سے دو چار ہوئے کہ دل پھٹ جاتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام ہی کو دیکھو کہ ان پر یوسف علیہ السلام کی جدائی اور حالات اتنے شاق گذرے کہ اللہ کے محبوب بندے کی روتے روتے آنکھیں سفید ہو گئیں قرآن خود کہتا ہے کہ دکھ اور مصیبت نے میرے محبوب کے آنکھیں سفید کر دیں بینائی تک جاتی رہی دکھوں سے رنج سے ان کا سینہ بھر گیا کم و بیش مختلف روایات ہیں جو سب سے کم ہے وہ بھی تئیس برس کی ہے ایک دن تمہیں دو دن نہیں تئیس برس روتے روتے آنکھیں چلی گئیں دوسرا اللہ کا محبوب پیامبر دنیا کے لیے تو بھائی سہارا ہوتے ہیں وہ اسے اٹھا کر کنویں میں پھینک رہے ہیں کنویں کی اتھاہ گہرائیوں سے نکالا تو بردہ فروشوں کے ہاتھ بیچ دیا سر بازار نیلام ہو رہا ہے لوگ غلام بنا کر خرید رہے ہیں اور پھر ایک خاتون نے تہمت لگا کر جیل بھجوا دیا اخلاقی قدروں کے ساتھ کسی بھی نیک اور شریف انسان پر تہمت لگے تو اس کا دکھ وہی جانتا ہے اور جب نبی پر تہمت لگائی جائے تو اس پر کیا بیتی ہو گی۔ اور برس ہا برس اس غلامی میں اور قید میں اور جیل میں گذر گئے رب فرماتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین قصہ سناتا ہوں۔ اس میں کس کا پہلو کونسا بہترین سا ہے کوئی بات ہے یہ تو دکھوں کی داستان ہے۔

فرمایا نہیں مزا تو اس میں ہے کہ میرے ضعیف عاشق کو دیکھو جس کا لخت جگر چھن گیا اور روتے روتے اس نے بینائی ضائع کر دی لیکن ایک لمحے کے لیے بھی میری طرف سے اپنا چہرہ نہیں پھیرا۔ سارے زمانے کے دکھ اس پر ٹوٹ کر برسے لیکن اس کی پیشانی میرے سجدوں سے باز نہیں آئی اس کا دست طلب میرے جمال سے پیچھے نہیں ہوتا اور اس کی نگاہ کبھی دوسرے کی طرف نہیں اٹھی اس کی زبان پر کبھی میرے سوا کسی کا نام نہیں آیا۔ اور فرمایا دوسرے کو دیکھو بچپن سے لے کر ادھیڑ عمر تک دنیا کی ہر تکلیف اس پر ٹوٹ کر برسی بھائیوں نے مارا پیٹا جنگل میں' تنہائی میں' کنویں میں پھینک دیا نکالا تو بردہ فروشوں کو' غلاموں کی تجارت کرنے والوں کو بیچ دیا انہوں نے سر بازار بولیاں لگائیں لوگوں نے رسوا کرنے کی کوشش کی لوگوں نے بہتان لگائے لوگوں نے قید میں ڈالا لوگوں نے بیڑیاں لگائیں عمر بیت گئی جوانی بیت گئی لیکن جیل میں بھی کسی نے پوچھا تو اس نے کہا مجھ پر جو کرم میرے رب کا ہے وہ کسی دوسرے کا نہیں ہے۔ایک لمحے کے لیے بھی جمال زلیخا اسے میری بارگاہ سے توجہ ہٹانے پر مجبور نہ کر سکا اور نہ جیل کی سختیاں اس کی زبان سے میرا نام چھین سکیں فرمایا یہی تو حسن ہے جو میں فرشتوں تک کو دکھانا چاہتا ہوں۔ کہ جو کہتے تھے انسان کیا کرے گا فساد ہی کرے گا یہی تو میں بتانا چاہتا ہوں کہ یہی ایک میری مخلوق ہے جو ساری کائنات کی لذتوں کو ٹھکرا کر ہی میرے جمال پہ فدا ہونے کا حق ادا کرتی ہے۔ یہی تو بات مجھے پسند ہے میں چاہتا ہوں لوگ یہ قصہ ساری عمر دہراتے رہیں منبروں پہ' محرابوں میں' گھروں میں گلیوں میں بازاروں میں وعظوں میں تبلیغ میں تلاوت میں

تہجد میں تراویح میں جہاں بھی میرے نام کی گونج آئے وہاں یہ بات بھی ہو۔

تو فرمایا میں نے تو یہ نعمت لٹا دی رمضان کو انسانیت کے لیے بنایا ہے اپنے قرآن کو انسانیت کے لیے نازل کیا ہے اس میں سارے انسانوں کے دکھوں کا مداوا سمو دیا ہے۔ اب اگر تم اس نغمے سے بیگانہ رہو اگر تم اس کے حسن کے شیدا نہ ہو ساری کائنات کا حسن مجسم کر کے اپنی ساری رحمتیں جمع فرما کر میں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود بنا دیا ہے۔ وما ارسلنک الا رحمتہ للعلمین کائنات کے لیے مجسم رحمت تمہارے درمیان نازل فرمائی پھر اپنا ذاتی کلام نازل فرما دیا پھر رمضان کا اہتمام فرما دیا۔ ارے میں نے تو تمہیں ساری خدائی سے کاٹ کر در مصطفیٰ پہ بٹھا کر اپنے روبرو کر دیا اب بھی اگر تم بھاگ جاؤ اب بھی اگر تم مجھے چھوڑ دو اب بھی اگر تم مجھ پر فدا نہ ہو سکو تو پھر شکایت کیا کرو گے۔

ثواب نام ہے اللہ کے قرب کا اور کسی کا قرب انسان کے کردار سے ظاہر ہوتا رہتا ہے کہ یہ کس کے قریب ہے اور کس سے دور ہے سگا بیٹا ہوتا ہے اپنی نسبی اولاد ہوتا ہے انسان گودوں میں پالتا ہے لیکن جب وہ اس سے دور ہوتا ہے تو عملی طور پر اس کے گھر میں رہتے ہوئے والدین کے پاس رہتے ہوئے بھی دور ہوتا ہے ان کی بات نہیں سنتا ان کا کہا نہیں مانتا۔

ان کی پرواہ نہیں کرتا۔ یہ دوری ہوتی ہے۔ خواہ وہ اسی گھر میں ہو اور کتنے ایسے لوگ ہوتے ہیں جن سے رسمی سا تعلق ہوتا ہے اور وہ دنیا کے دوسرے سرے پہ بھی چلے جائیں تو ہمارے خلاف بات نہیں کرتے ہماری پسند کا لحاظ رکھتے ہیں۔ وہ ہمارے قریب ہوتے ہیں کتنے ایسے لوگ ہیں جن کے ہم نے اپنے آپ کو قریب کر لیا ہے کبھی ہم ان کے خلاف سوچتے بھی نہیں کتنے ایسے ہیں جن سے ہم نے اپنے کو دور کر لیا ہے اور پھر ہم ان کی پسند کی پرواہ نہیں کرتے۔

یہی بات اللہ سے اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری اور قرب کا پتہ دیتی ہے۔ وہ کریم ہے ان پر ساری دنیا کی نعمتیں عام ہو جائیں یا ان سے دنیا کی ساری لذتیں چھن جائیں انکے لیے برابر ہے وہ کریم ہے اپنے قرب میں فرق نہیں آنے دیتا۔ نعمت پہ شکر ادا کرتے ہیں دکھ آ جائے تو صبر کرتے ہیں لیکن دروازے سے نہیں اٹھتے۔ سر نہیں پھیرتے نافرمانی کی جرات نہیں کرتے اور جو دور ہے وہ مساجد میں بیٹھ کر بھی دنیا کماتے ہیں وہ قرآن بھی چند ٹکوں کے لیے پڑھتے ہیں انہیں قرآن کی تجلی سے کوئی غرض نہیں ہے انہیں قرب الٰہی سے کوئی غرض نہیں ہے ان کے لیے قرآن بھی پیٹ بھرنے کا ذریعہ ہے ان کے لیے نماز بھی دنیا کمانے کا ذریعہ ہے ان کے لیے روزہ بھی کسی کو فریب دینے کا سبب ہے وہ جیسے کسی نے کہا تھا نا ع

لمبے کسی کے بال ہیں روٹی کے واسطے۔
باندھے کوئی رومال ہے روٹی کے واسطے
سب کشف اور کمال ہے روٹی کے واسطے

دین بھی دنیا کے حصول کا ذریعہ بن جاتا ہے اگر قرب الٰہی نصیب نہ ہو اور قرب الٰہی نصیب ہو تو دنیا بھی اس قرب کو بڑھانے کا سبب بن جاتی ہے اور دنیا دین بن جاتی ہے اگر قرب نصیب ہو= اور قرب نصیب نہ ہو تو دین دنیا بن جاتا ہے بڑے پیار اور دھیمے انداز میں اللہ نے فرمایا۔

فمن شہد منکم الشہر اگر تم زندگی میں رمضان کو پالو تو روزہ نہ چھوڑو روزہ رکھو اس لیے کہ یہی حال تمہیں میرے کلام کی تجلی سے آشنا کرے گا۔ یہی وہ مبارک مہینہ ہے انزل فیہ القرآن جس میں قرآن میری مخلوق کو عطا ہوا۔ دیکھو تو کرم کی انتہا دیکھو۔ فرماتا ہے انسان ہو کمزور ہو ناتوان ہو کوئی مرض آ جائے بیمار ہو جاؤ نہ رکھ سکو سفر میں ہو۔

فمن کان منکم مریضا اوعلی سفر فعدۃ من ایام اخر تو اس وقت چھوڑ دو لیکن روزہ نہ چھوڑو پھر رکھ لینا۔ جب بھی صحت آجائے۔ پھر رکھ لینا میں اس پر وہ انعامات مقرر کر دوں گا۔ وان تصوموا خیر لکم لیکن جو مزا رمضان میں ہے وہ غیر رمضان میں نہیں ہوگا۔ خانہ

پڑی تو ہو جائے گی چونکہ رمضان ایسا عجیب مہینہ ہے کہ جس کی قضا میں رمضان نہیں ملتا ظہر قضا ہو گی تو دوسری ظہر کے وقت آپ ظہر پڑھ لیں گے ظہر کا وقت تو آپکو دوبارہ ملے گا۔ عصر کا وقت تو ملے گا مغرب کا وقت تو ملے گا۔ رمضان جب دوسرا آئے گا تو وہ پھر فرض ہو گا اس کا قضا آپ نہیں دے سکیں گے۔ رمضان کی قضا غیر رمضان میں ہو گی۔ فرمایا مزا تو رمضان ہی میں ہے یہ الگ بات ہے کہ تمہیں کوئی ایسی تکلیف بحیثیت بمقتضائے بشریت آجائے تو تم نہ رکھ سکو تو بالکل چھوڑ بھی نہ دینا کہ تمہیں جو خصوصیت معرفت باری کی دی گئی ہے تمہاری اسی خصوصیت اور اللہ سے تعلق قائم کرنے کی تکمیل کا سامان کیا گیا ہے۔

رمضان بھی نزول قرآن بھی اور نور نبوت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں سے روشنی ملے قرآن سننے کی سعادت ملے رمضان کا مبارک مہینہ نصیب ہو تو پھر انسان انسان بن جاتا ہے اور یہ اتنا بڑا آخری علاج ہے کہ کوئی اس سے بھی جانبر نہ ہو سکے تو اس کا مرض لا علاج ہو گا۔

اللہ کریم محرومی سے پناہ میں رکھے ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور اپنے کالم سے اپنے کرم سے رمضان کی برکتوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے ہمیں مزین فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

سالانہ اجتماع

11 جولائی سے 16 اگست تک

دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

میں شروع ہو رہا ہے

لیلۃ القدر

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

رمضان المبارک کی بے شمار فضیلتوں کے ساتھ رب جلیل نے اس میں ایک خاص فضیلت رکھی ہے لیلۃ القدر کی جو اپنی اہمیت کے اعتبار سے اتنی اہم رات ہے کہ جس میں کلام باری کا نزول ہوا۔ اللہ جل شانہ کی طرف سے اور یوں ساری کائنات اس کی عطا پر اس کے قائم رکھنے سے قائم ہے۔ لیکن جو نعمتیں مخلوق کو اللہ کی طرف سے پہنچتی ہیں ان کے مدارج ہیں۔ ان کے مراتب ہیں۔ مثلاً ہر ذرہ بے شمار نعمتیں اللہ کی طرف سے پاتا ہے۔ خود اسی کا وجود اپنے اندر ایک کائنات سموئے ہوئے ہے اور انہی ذرات کی ترتیب نباتات اور جمادات بناتی ہے۔ جمادات میں بھی بے شمار نعمتیں اللہ نے ودیعت فرما دی ہیں اور بے شمار نعمتیں جمادات میں نباتات میں سمو دی ہیں اور ابھی تک انسان بہت بڑی سائنسی ترقی کے باوجود وہ سب کچھ سمجھ نہیں پایا ہے جو ایک ذرے کے اندر ہے یا جو ایک پتھر کے سینے میں ہے یا جو کچھ زمین کی تہوں میں ہے۔ اسی طرح یہ دعویٰ بھی نہیں کیا جا سکتا کہ جتنی نعمتیں نباتات میں درختوں میں اور پھولوں اور پھلوں میں پنہاں ہیں انسان ان سب کو جان گیا ہے۔ اس قدر وسیع نعمتیں اور اس قدر وسیع اللہ کی عنایات اور بخششیں ہیں۔

پھر اس سے بڑھ کر حیوانات کو مزید نعمتیں دی ہیں جو نباتات کے بس میں نہیں جو کچھ ان کے پاس نہیں ہے حیوانات سوچتے سمجھتے گھر بناتے کھاتے پیتے ہیں حیوانات گرمی سردی کو محسوس کرتے ہیں۔ ہواؤں سے خوش ہوتے ہیں پھولوں سے خوش ہوتے ہیں اچھی اور لذیذ چیزوں سے فرحت حاصل کرتے ہیں اللہ کی نعمتوں سے خوشی حاصل کرنے کا یا حظ اٹھانے کا ایک علیحدہ اسلوب علیحدہ انداز حیوانات کو دیا ہے۔ جو نباتات کے پاس نہیں۔ نباتات کے پاس جو انداز ہے وہ جمادات کے پاس نہیں اور جو حیوانات کے پاس ہے وہ نباتات کے پاس نہیں۔

پھر حیوانات میں سے انسان کو منتخب فرما لیا اور جو نعمت اسے ودیعت فرمائی وہ بالکل ہی الگ ہے یعنی انسانی روح جو ہے بجائے خود ایک بہت بڑی نعمت ہے قل الروح من امر ربی یا نفخنا فیہ من روحنا انسانی روح ہی جو ہے یہ اتنی بڑی عطا ہے رب جلیل کی کہ اس نے ان عظمتوں ان بلندیوں سے اسے اس انسان کو عطا فرمایا جو اس کی صفاتی تجلیات کا مظہر ہے۔

عالم امر صوفیاء کے نزدیک وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں تخلیق کی حدیں ختم ہو جاتی ہیں مخلوق پر نہیں مار سکتی اور محض اللہ کی صفات تجلیات جو ہیں ان کے مختلف مظاہر وہاں ہوتے ہیں۔ روح کا تعلق براہ راست امر ربی سے ہے اور عالم امر سے ہے۔

جمادات کو جو استعداد بخشی ہے وہ متاثر ہوتی ہے سورج کی گرمی سے۔ سردی کے موسم سے۔ بارشوں سے حوادثات زمانہ اور زمین کی گردش سے زمین کے اندرونی مختلف ٹوٹ پھوٹ سے کبھی تو یہ ہوتا ہے کہ کوئی پتھر ہیرا بن جاتا ہے اور کبھی کوئی ہیرا ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے یہ سارے انقلابات جمادات پہ آتے رہتے ہیں جمادات میں ہی مختلف دھاتیں یکجا ہوتی ہیں تو سونا بن جاتا ہے مختلف دھاتیں یکجا ہوتی ہیں تو جواہرات بن جاتے ہیں مختلف ایٹم مختلف ترتیب سے ملتے ہیں تو مختلف قیمتی دھاتیں بن جاتی ہیں اور پھر یہ بھی ہوتا ہے کہ کوئی زلزلہ آتا ہے کوئی طوفان آتا ہے ایسی جگہ کوئی غرق ہو جاتی ہے کوئی ایسی مصیبت ٹوٹتی ہے کہ بعض قیمتی اور بنی بنائی جو دھاتیں تھیں ہیرے تھے جواہرات تھے وہ ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں۔

اس طرح نباتات پر بھی بہار آتی ہے خزاں آتی ہے درخت سرسبز ہوتے ہیں برسات کا موسم ہوتا ہے پھوار پڑتی ہے اور چوٹی سے لیکر جڑوں تک پتوں سمیت ٹہنیوں کو درختوں کو نہلا دھلا کر صاف ستھرا کر دیتی ہے ابر رحمت کی ایسی فراوانی ہوتی ہے کہ میلوں تک خاک اڑ رہی تھی برسات کا موسم آیا اور میلوں تک سبزہ بچھ گیا پھر بڑے بڑے قطعات پھولوں سے بھر جاتے ہیں اور ایسے عجیب و غریب رنگ ہوتے ہیں کہ جو ہمیں مادی دنیا میں نظر ہی نہیں آتے پچھلے دنوں میں حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف جا رہا تھا تو راستے میں کھیتوں کے کھیت ایسے اودے اودے پھولوں سے بھرے تھے جیسے قوس و قزح زمین پر پھینک دی گئی ہو اور میلوں تک پھیلے ہوئے تھے کوئی گن نہیں سکتا کتنے پھول ہیں۔ اسی طرح حیوانات پر بھی مختلف زمانے آتے ہیں کبھی انہیں غذا کی تنگی کبھی انہیں شکاری مار دیتے ہیں کبھی اس پر سردی کی شدت پڑتی ہے لیکن کبھی ایسا زمانہ بھی آتا ہے حیوانات پر کہ انہیں کھانے پینے کی فراوانی مل جاتی ہے موسم خوشگوار ہو جاتا ہے انہیں گرمی سردی تنگ نہیں کرتی ان کے بچے بڑے ہونے لگتے ہیں یا اور بے شمار ایسے لمحات آتے ہیں جن سے وہ زیادہ خوشی بہت زیادہ حظ اور تربیت پا لیتے ہیں۔

انسانوں پر اس کا سب سے زیادہ کرم ہے ان پر بھی شفقت کا بہار کا موسم آتا ہے جس کے مختلف انداز ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہر آن اللہ کو یاد کرنا اس سے مربوط رہنا بجائے خود بہار ہے پھر اس پر مزید پورا ٹائم ٹیبل جو زندگی کا نظام الاوقات تھا وہ عطا فرما دیا کہ یہ کرنا ہے یہ نہیں کرنا یہ ایک اور رابطہ ہو گیا انسانیت کا شرف یہ ہے کہ اسے ایمان نصیب ہوا اور اس کا رابطہ ہو گیا رب کریم کے ساتھ ہر کام کرنے میں کمانے میں کھانے میں دوستی میں، دشمنی میں، سفر میں، حضر میں، ہر کام میں جب وہ جائز و ناجائز، غلط و صحیح کی تمیز کرے گا تو لامحالہ اس کا رابطہ اللہ سے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے رہے گا۔ ایک یہ بھی طریقہ ہو گیا۔ پھر اس پر مزید اضافہ فرمایا کہ دن میں پانچ نمازیں فرض کر دیں پانچ دفعہ ساری کائنات سے کٹ کر کھانا پینا چھوڑ کر اور یکسو ہو کر میری بارگاہ میں سر نیاز رکھ دو کہ وہ نعمت جو تمہیں عالم امر سے ودیعت ہوئی ہے اس کی تربیت بھی انہیں انوارات اور انہی برکات سے ہو گی جو عالم امر سے نازل ہوں۔

پھر اس پر مزید رمضان المبارک کی بہار بنائی جیسے سال بھر کے موسموں میں بہار کے دن آ جاتے ہیں نباتات کے لیے حیوانات کے لیے اس طرح انسانیت کے لیے ایام محدوداۃ یہ گنتی کے چند روز جو ہیں مہینہ رمضان المبارک کا یہ پھر انتہائی بہار کا موسم آ گیا ہے ایسی بہار کا جس میں جس ٹہنی کو اصل کے ساتھ ذرا سا مس ہو گا یعنی جو اصل سے کٹ نہ چکی ہو جو اصل سے کٹ گئی اس کی قسمت میں تو جلنا ہی ہے لیکن جس کا کچھ حصہ بھی اصل سے تنے سے جڑا ہوا ہو گا اس میں بھی ہریالی اس میں بھی پتے اس میں بھی کونپلیں پھوٹ آئیں گی۔ اور جو جتنی پیوست ہو گی کوئی پھول لائے گی کوئی پھل لائے گی۔ جس جس چیز اور جس جس استعداد کی ٹہنی ہے اس پر جو بن اور اس پر بہار آ

جاتی ہے اس طرح رمضان المبارک کا ارشاد فرمایا رب العلمین نے۔

کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ انسانیت کی بہار ہے اللہ کریم سے اتنا تعلق ہو جائے کہ اس کی نافرمانی کرنا اپنے بس میں نہ رہے۔ یعنی آدمی یہ سوچ ہی نہ سکے کہ میں اللہ کا حکم چھوڑ دوں اور اگر بتقاضائے بشریت کوتاہی ہو جائے چھوٹ جائے غلطی ہو جائے۔ تو اسے واقعی اتنا دکھ لگے گویا اس نے عمر ضائع کر دی۔ اسے تقویٰ کہتے ہیں اور یہ کمال انسانیت کی معراج اور بہار ہے۔ تو فرمایا رمضان کا تم پر فرض کیا جانا جو ہے اس کی غرض و غایت ہی یہ ہے کہ تمہیں وہ صفت تقویٰ یعنی تم تمہاری روحیں تمہارا اندر کا انسان حقیقی انسان جو ہے وہ بہار آشنا ہو سکے۔ وہ پھل پھول سکے وہ اپنی خوشبو دے سکے وہ اپنا کمال حاصل کر سکے پھر اس میں رب جلیل نے بے شمار فضائل شامل کر دیے۔

ان تمام شفقتوں کے ساتھ اس میں ایک لیلتہ القدر بھی رکھ دی اور لیلتہ القدر میں اس کا ایک انقلابی لمحہ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے سب سے بڑی نعمت جو مخلوق کو نصیب ہوئی وہ اس کا ذاتی کلام ہے جو صفت ہے اس کی اور جس کا ساتھ اتنی تجلیات ذات برستی ہیں جو دلوں کو سیراب کر دیتی ہیں۔ جس سے بڑا کوئی دوسرا انعام نہیں ہے تو فرمایا یہ ایسی مبارک رات ہے کہ اس میں میرا ذاتی کلام مخلوق کی طرف منتقل ہوا۔ سب سے پہلی بات تو وہ تجلیات دیکھیں جو بھی بات کرتا ہے اس کی ذات کے اثرات اس کی بات کے ساتھ ہوتے ہیں ہر بات کے ساتھ بات کرنے والے کے اثرات ہوتے ہیں۔

ایک آدمی ایک آیت پڑھ کر پھونک مارتا ہے تو واقع مرض دور ہو جاتا ہے میڈیکل سائنس حیران رہ جاتی ہے اور ہم سارا قرآن پڑھ کر پھونک مارتے ہیں اور کچھ نہیں ہوتا کیوں؟ کلام تو وہی ہے لیکن جس زبان سے ادا ہو رہا تھا اس کا اپنا اثر ہوتا ہے ایک آدمی بات کرتا ہے دل پہ فرحت آتی ہے دوسرا بات کرتا ہے اور دل پر کدورت آتی ہے دل پر تکدر سا چھا جاتا ہے کسی آواز کے سننے میں اس قدر قباحت اس قدر ظلمت اس قدر سیاہی ہوتی ہے کہ جہاں تک اس کی گونج جاتی ہے وہاں تک سیاہی پھیلتی جاتی ہے کسی اور کی آواز سنتے ہیں تو اس میں اس قدر روشنی، اس قدر نور ہوتا ہے کہ جہاں تک وہ آواز جاتی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں بھی ہے کہ موذن کی آذان کی آواز جہاں تک جائے وہاں تک شیطان بھاگتا چلا جاتا ہے اس کا مطلب ہے کہ اس میں کچھ ایسی نورانیت ہوتی ہے کہ وہ شیطان کو بھی بھگائے لئے جاتی ہے۔

تو اگر مخلوق کی آوازوں میں ان کی ذات کا تاثر موجود ہے تو خالق کی جو ذاتی بات ہے اپنا ذاتی کلام ہے اس میں کیسی تجلیات ہوں گی ۔ فرمایا لیلتہ القدر ہی وہ رات ہے جس میں میرا ذاتی کلام نازل ہوا۔ علماء فرماتے ہیں بیت العزیٰ ایک کعبہ ہے پہلے آسمان پر جس میں کلام پاک دیا گیا اور باذن الٰہی تیئس برسوں میں جبرائیل امین حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرماتے رہے لیکن من جانب اللہ بیک وقت عطا فرما دیا گیا اور وہ اتنا عظیم اور اتنا اہم کام تھا اس کے ساتھ اتنی رحمتیں اتنی بخشیں اتنی تجلیات ذاتی برسیں کہ وہ ایک رات پورے سال میں منتخب رات قرار پائی اور وہ رات بھی رمضان المبارک میں ہے جسے لیلتہ القدر کہتے ہیں۔ سب سے پہلی اس کی فضیلت رب جلیل نے یہ فرمائی۔

ان انزلنہ فی لیلتہ القدر۔ کہ میں نے اپنے کلام کو اس مبارک اس قدر والی رات عظمت والی رات میں نازل فرمایا اب دیکھیں فرق تو استعداد کا ہوتا ہے ساری زمین میں ذرات وہی ہیں۔ کسی پہ سورج چمکتا ہے تو ہیرا بن جاتا ہے کسی پہ چمکتا ہے تو تیخ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ ذرات تو ایک ہی طرح کی زمین کے ہیں یعنی کسی پہ سورج چمکتا ہے تو وہ پہلے جو اس کا وجود تھا اسے بھی کھو بیٹھتا ہے ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے دھوپ کی حدت سے کوئی اسی سورج کی تمازت کو سمو کر ہیرا بن

جاتا ہے

اسی طرح جو تجلیات کلام باری کے ساتھ نازل ہوتی ہیں ان کا اثر قلوب انسانی پہ ہوتا ہے جن میں استعداد ہوتی ہے ہیرا بن جاتا ہے اس سے بھی قیمتی دھات بن جاتا ہے اور کوئی جو کچھ پہلے تھا اسے بھی کھو بیٹھتا ہے۔ اسی کا انکار کر کے ہمیشہ کے کفر میں گمراہی میں ابدی ضلالت میں گر جاتا ہے اب یہ اپنی اپنی استعداد پر ہے لیکن اگر رب جلیل ایمان اور استعداد عطا فرمائیں جتنی برکات اس ایک رات میں حاصل کی جا سکتی ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔ یعنی اگر لیلتہ القدر کو چھوڑ دیں تو باقی دنیا کی ساری عمر جمع نہیں کی جا سکتی۔

لیلتہ القدر خیر من الف شهر۔ تو الف کی توجیح علماء کے نزدیک یہ ہے کہ اس وقت عربوں کی زبان میں ہزار کا عدد یا ہندسہ الف تھا یہ سب کل کے لیے بولا جاتا تھا یعنی آخر پورے زمانے کو جب وہ شمار کرتے وہ جو گنتی گنتے تھے اس میں ہزار سے زیادہ نہیں تھی اور ہزار کو انتہائی عدد شمار کیا جاتا تھا۔ یعنی سارے زمانے جس طرح ہمارے ہاں کبھی ہم سے ایک دو نسلیں پہلے لوگ تھے وہ بیس سے زیادہ نہیں گن سکتے تھے پھر کہتے تھے ایک بیس' دو بیس ' تین بیس' چار دفعہ بیس اس طرح گنتے تھے عربوں کے اس عدد میں ہزار انتہائی ہندسہ تھا اور جیسے قرآن حکیم میں بھی ہے۔

لم یعمر الف سنتہ۔ یعنی یہ وہ جب تک زمانے قائم ہیں تب تک بھی زندہ رہیں تو بھی موت کا خوف ان پر مسلط رہے گا۔ وہ چاہتے ہیں کبھی موت آئے ہی نہیں اور وہ سارے زمانوں کے لیے الف کا لفظ استعمال ہوا چونکہ عرب کی لغت میں قرآن کا نزول تھا تو علماء فرماتے ہیں یہاں بھی مراد یہ ہے۔

اس ایک رات میں جتنی تجلیات قلوب انسانی حاصل کر سکتا ہے لیلتہ القدر کے علاوہ جتنی دنیا کی عمر ہے جتنی زمانوں کی عمر ہے اس سارے میں بھی نہیں کر سکتا۔ یعنی مسلسل اس پر تجلیات و برکات متوجہ رہیں اس میں استعداد بھی ہو اور وہ جمع بھی کرتا رہے تو اتنی فراوانی ان ساری صدیوں میں نہیں جمع ہو سکتی جتنی اس ایک رات میں جمع ہو جاتی ہے۔ اور اگر اسے الف مہینہ ہی شمار کیا جائے تو پھر بھی ساڑھے تراسی سال جا کر بنتے ہیں تھوڑی مدت نہیں بنتی ہزار مہینے سے پھر بھی ایک صدی جا کر بنتی ہے اگر اسے اس عدد پر ہی لیا جائے بیشتر علماء و مفسرین کرام کی رائے یہ ہے کہ الف کو انتہائی عدد شمار کیا گیا۔ اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ جو تجلی اس وقت ظہور پذیر ہوئی جب کلام باری ذات باری عطا ہوا وہ باقی سارے زمانوں میں اسے آپ نہیں تلاش کر سکتے وہ ایسی ایک نعمت ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ کس دل کو اس نے کتنا روشن کیا وہ تو دل کی استعداد پر تھا اس طرف سے رب جلیل فرماتے ہیں کہ ایک رات یہ سارے زمانوں پہ بھاری ہے ان سے بہتر ہے کہ کتنی بہتر ہے پھر یہ رب جانے! یعنی اس کی بھی حد نہیں فرمائی کہ سارے زمانے سے دو گنا ہے یا ہزار مہینے سے دس گنا ہے یا ہزار مہینے سے پانچ گنا ہے۔ اس سے بہت بہتر ہے کتنی بہتر ہے اس کی بھی کوئی انتہا نہیں۔

پھر اس میں ایک عجیب بات مزید ارشاد فرمائی میری طرف سے جو تجلی رحمت یا تجلی صفات یا کرم ہوتی ہے وہ تو ہوتی ہے انسان جو ہے وہ اپنی قلبی استعداد کو ضائع کرتا رہتا ہے۔ سارا سال خطائیں کرتا ہے غفلت کا شکار رہتا ہے نافرمانیاں کرتا ہے غذا صحیح اور صالح نہیں کھاتا اور بے شمار ایسے امور ہیں جو اس کی قبولیت کی استعداد کو ضائع کرتے رہتے ہیں ایسا کرم ہے فرمایا میں اس کا بھی انتظام کیے دیتا ہوں یعنی کوئی میرے دروازے پر طالب بن کر کھڑا ہو جائے اور اس کے دل میں وہ استعداد نہ ہو وہ ضائع کر چکا ہو بہت سے داغ گناہوں کے ہوں بہت سی کمزوریاں بہت سی ٹوٹ پھوٹ ہو چکی ہو تو جیسے کہ بدر میں اللہ کریم نے فرشتوں سے فرمایا کہ تمہارے دو کام ہیں کفار سے لڑنا بھی ہے تمہیں انہیں مارنا اور سزا بھی دینا ہے اور مومنین کے قدموں

کو ثبات بھی عطا کرتا ہے۔ یعنی مومنین کو ثبات بھی عطا کرتا ہے اور ثبات تب نصیب ہو گا جب قلب کو ثبات آئے گا قدم تو تب کھڑے ہوں گے جب دل میں جرات آئے گی۔

تو گویا نزول ملا کہ استعداد قلبی کو بڑھانے کا ایک قدرتی سبب بن جاتا ہے یعنی ایک طرف تو تجلیات کی بارش برسا دی اور دوسری طرف ہماری غفلتوں ہماری کوتاہیوں ہماری لغزشوں سے جو استعداد قلبی ضائع ہو چکی تھی اس کو مرمت کرنے کے لیے دل کو شیشہ بنانے کے لیے دل کو چمکانے کے لیے فرشتوں کو حکم دے دیا کہ پھیل جاؤ زمین پر اور انسانوں کو ہر اس انسان کے دل کو جو میری تجلی کی طلب میں دامن وا کیے کھڑا ہو اس میں استعداد پیدا کر دو کہ وہ خالی نہ جائے یعنی اس طرف یہ اہتمام فرمایا اس طرف یہ کرم فرمایا کہ ہر دل تو اس قابل نہیں ہے کہ جب وہ متوجہ الی اللہ ہو گا تو تجلیات کو اخذ کر لے گا۔

حتی کہ صاحب تفسیر روح المعانی لکھتے ہیں کہ کوئی ایسا بندہ جو اس رات میں متوجہ الی اللہ عبادت کر رہا ہو وہ ایسا نہیں رہتا کہ جبرئیل امین جیسا فرشتہ مصافحہ نہ کرے پھر وہ ساتھ نشانیاں لکھتے ہیں کسی کو جب یہ مصافحہ نصیب ہوتا ہے تو اس کے بدن کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دل پہ رقت آ جاتی ہے اور آنکھوں میں پانی آ جاتا ہے یہ انہوں نے نشانیاں لکھی ہیں کہ طلب الٰہی بڑھ جاتی ہے دل پہ رقت آ جاتی ہے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور آنکھوں سے پانی بہنے لگتا ہے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ پھر صرف جبرائیل امین علیہ السلام نہیں۔ علماء نے یہاں بہت روایات جمع فرمائی ہیں اللہ کریم ان پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے فرماتے ہیں کہ فرشتوں سے زمین کا چپہ چپہ بھر جاتا ہے کوئی چپہ زمین کا ایسا نہیں ہوتا جس پر فرشتہ موجود نہ ہو۔ وہ فرشتے جو طلب رحمت اور قبول رحمت کی استعدا قلوب میں پیدا کر دیتے ہیں۔ ایسا کرم ہے کہ ادھر خزانے کے منہ کھول دے اور ادھر نوکر مقرر کر دے کہ انہیں باندھ باندھ کر اٹھواتے جاؤ۔

اس کے ساتھ ایک عجیب سی توجیہہ اور بھی کی ہے علماء نے۔ تنزل الملائکۃ والروح۔ روح سے مراد جبرائیل امین کو بھی لیا گیا ہے لیکن مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ ایک الگ مخلوق ہے ایک ایسی مخلوق جو اتنی لطیف ہے جیسے ہمیں فرشتہ نظر نہیں آتا اسی طرح وہ مخلوق فرشتے کو بھی نظر نہیں آتی۔ اور اللہ کی وہ مخلوق جو ہے وہ جنتیوں کی جنت میں خادم ہو گی۔ وہ اتنی نفیس ہے اتنی لطیف ہے کہ فرشتے بھی اسے دیکھ نہیں سکتے اللہ فرماتے ہیں وہ مخلوق جو جنت میں جنتیوں کی خادم ہو گی جو وہاں ان کے قلوب کو دیدار باری کی تمنا اور جمال باری کا ذوق اور جمال باری کی استعداد سے بہرہ ور کرے گی دامن پھیلائے گا فرمایا میں اس تک اس مخلوق کو بھیج دیتا ہوں۔ جس کی رفاقت جنتیوں کو جنت میں نصیب ہو گی تو ظاہر ہے جنت سے استفادہ کرنے کی اور جنت کی نعمتوں سے اور اس کی لذتوں سے آشنا ہونے کی یا سب سے بڑی جو لذت ہے جنت میں اللہ جل شانہ کا دیدار اس کی طلب۔ اس کی استعداد ہے کہہ سکتے ہیں اس کی قوت برداشت جو ہے یہ ساری چیزیں جنت میں جا کر قلب انسانی میں پیدا ہوں گی یا ان انسانوں کے ساتھ رہنے والی مخلوق ان کی ضرورتوں سے آشنا ان کی حاجات سے واقف ہو گی جسے یہاں قرآن حکیم نے روح فرمایا ہے۔

ہر مقام کی ضرورت علیحدہ ہوتی ہے ہر مقام کا خادم جو ہوتا ہے اس کی استعداد الگ ایک عام زمیندار کا نوکر زمیندار کی ضروریات اور اس کے مزاج سے واقف ہوتا ہے اس کے مزاج کے مطابق اور وقت کے مطابق اس کی خدمت کرتا ہے لیکن ایک پڑھے لکھے شہری، ایک مجسٹریٹ، جج یا وکیل کا نوکر اس سے مختلف استعداد رکھتا ہے وہ اس کی نسبت بالکل الگ آدمی ہوتا ہے وہ اس وکیل یا اس جج یا اس پڑھے لکھے آدمی کی ضروریات اس کے اوقات کار اور اسے کونسی چیز پسند ہے اور کونسی چیز اس کے لیے چاہیے کس وقت چاہیے بات کیسے کرنی ہے اس سارے انداز سے

وہ نوکر واقف ہے اسی طرح جو نوکر کسی سلطان یا امیر یا حکمران کا ہوتا ہے وہ بالکل الگ ہوتا ہے اس کا اپنا ایک مزاج ایک سٹینس سمجھنے کی ایک استعداد ہوتی ہے کہ بادشاہ اس طرح دیکھے تو نوکر سمجھ لیتا ہے کہ اب اسے پانی چاہیے یا اب یہ کیا کہنا چاہتا ہے منہ سے بولے بغیر اس میں استعداد ہوتی ہے۔

تو جو خدام یا جو مخلوق اہل جنت کو جنت میں خدمت کے لیے ملے گی اس کی استعداد وہ ہو گی جو جنتیوں کے معیار کے مطابق ان کی ضروریات ان کے اوقات کے مطابق وہاں ہونی چاہیے۔ فرمایا وہ مخلوق بھی اتنی لطیف ہے کہ اسے فرشتہ بھی نہیں دیکھ سکتا۔ اللہ کریم فرماتے ہیں۔

تنزل الملائکتہ والروح۔ فرشتوں کے نزول کی بھی اجازت ملتی ہے روئے زمین پر اور اس مخلوق کو اس روح کو بھی جس کا قرب جس کا پاس ہونا ایک اپنا اثر رکھتا ہے تجلیات باری کی طلب دل میں بڑھ جاتی ہے جمال باری کا ذوق بڑھ جاتا ہے جمال باری کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے یعنی جو تجلیات ادھر سے برس رہی ہیں ان کو سمونے کی قوتیں پیدا ہو جاتی ہیں اب یہ انسان پر ہے کہ وہ ان لمحوں میں اپنے آپ کو فرشتوں کے ساتھ روح کے ساتھ اللہ کے ساتھ رکھتا ہے یا اس کی نافرمانی یا اس کی عظمتوں کا انکار اس کے نام سے غافل ہو کر اپنے آپ کو اس سے محروم کر لیتا ہے یعنی اس طرح سے کم نہیں ہوتی یہ ہو گئیں اس کی دو تعبیریں۔

ایک تعبیر اس کی اور بھی ہے فرمایا۔ انسانوں کو جس قدر برکات ملیں ارواح انسانی نے انبیاء کی روحانیت سے اخذ کیں بدن آلہ کار تھا اصل انسان تو روح تھی پھر نسلا بعد نسلا جو جو انسانی روح سدھرتی گئی منور ہوتی گئی وہ اس روشنی کو آگے پھیلاتی اور بڑھاتی چلی گئی آج بھی دلوں کی دنیا جو آباد ہے وہ ان روحانی فیوض و برکات سے ہے۔ لیکن بہت تھوڑے ایسے خوش نصیب ہوتے ہیں جن کی روحوں کو جن کے دلوں کو جن کے باطن کو ارواح سے ان مقدس ہستیوں سے ان بزرگ و برتر لوگوں سے ان نیک اور سعید روحوں سے رابطہ نصیب ہوتا ہے جو منور ہوتی ہیں انوار نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے برکات اس سے دلوں کو روشن کر دیتی ہیں لیکن لیلتہ القدر میں کوئی بھی دل کو روشن کرنا چاہے تو اللہ فرماتے ہیں وہ کھڑا ہو جائے اس دن ارواح سے جو برکات تقسیم ہوتی ہیں وہ عام ہو جاتی ہیں نہ صرف وہ ارواح جنہوں نے دنیا میں یہ جمال اور تجلیات اخذ کیے اور تقسیم کیے بلکہ عام مومنین کی ارواح کو بھی نزول کی اجازت ملتی ہے جو اللہ کی بارگاہ میں نجات یافتہ رحمت الٰہی میں اور اس کے کرم میں وقت بسر کرتے ہیں۔ جب ان کا نزول ہوتا ہے تو جس جس طرف وہ متوجہ ہوتے ہیں بیٹا ہے بھائی ہے دوست ہے کوئی اولاد ہے کوئی کسی رشتے سے ہے شاگرد ہے تو وہ ارواح جنہیں برزخ میں قوت پرواز نصیب نہیں تھی لیکن لیلتہ القدر کو نزول کی اجازت مل گئی جب وہ زمین پر آتے ہیں تو اپنے اپنے متعلقین کی طرف جب وہ متوجہ ہوتے ہیں تو جو رحمتیں جو کیفیتیں وہاں ان کے روح پر ان کے پاس موجود ہوتی ہیں ان کا عکس جو ہے ان کے دل پر پڑتا ہے جس کی طرف وہ متوجہ ہوتی ہیں۔ یعنی ایک تو خاص طبقہ ہوتا ہے اہل اللہ کا جو ذکر اذکار کرتے ہیں جنہیں توجہ نصیب ہوتی ہے اور جن کے قلوب متقدمین سے وابستہ ہو کر اخذ برکات کرتے ہیں اس کے علاوہ جو لوگ دنیا سے اٹھ چکے اور نجات پا چکے اور برزخ میں اللہ کی بخشش کے زیر سایہ ہیں۔ اور ان پر انعامات الٰہی وارد ہوتے رہتے ہیں لیلتہ القدر کو انہیں بھی نزول کی اجازت ہوتی ہے۔ جب وہ زمین پر آتے ہیں تو لامحالہ والد ہے تو اولاد کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور بھائی ہے تو بھائیوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے خاوند بیوی کا رشتہ ہے تو اس رشتے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ان کے لیے دعا بھی کرتا ہے اور اس کے قرب سے اس کی توجہ سے قلب میں وہ کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں جو اسے متوجہ الی اللہ کر دیتی ہیں یعنی ایک روحانی توجہ غیر شعوری طور پر یا بغیر کسی محنت و مشقت کے یا

بغیر کسی مجاہدے کے ہر اس مومن کو نصیب ہو سکتی ہے جو ان لمحات میں متوجہ ہو اللہ کی طرف یا جو اپنا عقیدہ درست کر لے یا اپنے تمام توقعات کو اللہ سے وابستہ کر لے۔

یاد رکھیں یہ سارے فضائل اسلام کے قرآن کے رمضان کے' لیلۃ القدر کے ایمان کے ساتھ مشروط ہیں عقیدے میں خرابی ہو تو کہیں کوئی فائدہ نہیں۔ عقیدہ بنیاد ہے اخذ برکات کی اور اسی بات کو دین سمجھا جائے جو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائیں اس پر بڑھانا بھی عقیدے میں خرابی پیدا کرتا ہے جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی اسے دین سمجھنا گناہ ہے اور جو آپ نے فرمائی ہیں اسے چھوڑنا جرم ہے چونکہ الیوم اکملت لکم دینکم دین مکمل کر دیا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں۔ تو عقیدہ بنیاد ہے اس لیے ہم یہ جو ساری زندگی بسر کر لیتے ہیں کہ خیر ہے اتفاقاً ہم مسلمانوں میں پیدا ہو گئے ساری زندگی یہ بھی نہیں پوچھتے کہ آخر مسلمانی کیا بلا ہے کیوں ہم مسلمان ہیں؟ اس کا تقاضا کیا ہے اس مسلمان ہونے کے لیے کن باتوں کا اقرار ضروری ہے۔ مسلمان رہنے کے لیے کن باتوں سے اپنی برات ضروری ہے اگر ہم پرواہ نہیں کریں گے تو ہماری پرواہ نہیں کی جائے گی یہ برکات کے جتنے مواقع ہیں یہ ان لوگوں کے لیے ہیں جو بنیادی طور پر اپنے عقائد کی فکر کرتے ہیں اپنے آپ کو ذات باری سے وابستہ کر لیتے ہیں اپنی امیدوں کو اس کے دروازے پہ لے جاتے ہیں اپنی بہترین اطاعت کو اس کے لیے وقف کر دیتے ہیں اپنی قوتوں کو' اقتدار کو' وقار کو مال کو' دولت کو' ان کاموں پہ لگاتے ہیں جن کے کرنے کا اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے اور جہاں سے وہ ذات کریم روک دیتا ہے رک جاتے ہیں فرمایا ان کے لیے یہ بہار کا موسم ہے۔ اور یہ لمحات اتنے قیمتی ہیں کہ ساری صدیاں سارے زمانے مل کر اتنی رحمتیں نہیں لوٹ سکتے جتنی لیلۃ القدر لوٹتی ہے۔

روز بارش برستی ہے لیکن کوئی قطرہ ایسا برستا ہے جو سیدھا سیپ کے منہ میں جاتا ہے کوئی قطرہ ریت پر برستا ہے فنا ہو جاتا ہے کوئی سبزے پہ برستا ہے اسے جان دیتا ہے کوئی برف بنتا ہے کسی سے دریا بہتے ہیں کوئی سمندر میں گم ہوتا ہے لیکن کوئی پھر ایک چمکتا دمکتا موتی بن کر کسی کے گلے کی زینت بنا رہتا ہے۔

اسی طرح انسانی قلوب بھی ہیں کہ کس لمحے کس دل میں کیا تڑپ پیدا ہوئی۔ اب جتنی جتنی وہ طلب پیدا ہوتی ہے انسان کو صرف فیصلہ کرنا ہے یعنی صرف طے کرنا ہے کہ کیا اسے اللہ کی اطاعت کرنا ہے یا اپنے آپ اپنی بڑائی کا پرچار کرنا ہے دو باتوں میں سے ایک بات اسے طے کرنی ہے کہ میں بندہ ہوں تو مالک ہے یا میں کسی کا بندہ نہیں میں خود مالک ہوں جو میں چاہوں گا کروں گا۔ اب اگر اس نے پہلا فیصلہ کر لیا خلوص قلب سے اللہ فرماتے ہیں اس کے لیے ساری زندگی میں یہی لیلۃ القدر کی رات اتنی قیمتی ہے کہ یہ دنیا جب تک قائم ہے تب تک رہتا تو بھی اتنا نہیں کما سکتا تھا جتنا اس اکیلی رات میں کما لیا۔ اب اس کے علاوہ وہ جو محنتیں کرے گا ۔ کمائے گا وہ علیحدہ ہے وہ مزید ہے زندگی میں اس نے کتنی قدر کی راتیں پائیں' کتنے رمضان اسے نصیب ہوں گے یا کتنی سعادت کی ساعتیں اس نے پالیں یہ اس کی اپنی قسمت لیکن فیصلہ انسان ہی کو کرنا ہو گا اور اگر اس نے دوسرا فیصلہ کیا کہ نہیں اللہ جتاتا ہے بتائے میں تو اپنے مرضی کروں گا اپنی پسند سے جیوں گا۔ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے تو اس کے لیے لاکھوں برساتیں بھی گذر جائیں سینکڑوں لیلۃ القدر گذر جائیں اس نے جب اپنے دل کا دروازہ بند کر لیا تو کیا ہو گا تو وہ کچھ محسوس نہیں کرے گا نہ گرمی نہ سردی۔ اسی طرح یہ رات بیت جائے گی جس طرح زندگی کے باقی برسوں کی راتیں گذر جاتی ہیں۔ ہاں ایک وبال اس کے ذمے اور ہو جائے گا روز محشر میں کہ اللہ نے کتنی فراوانی اپنے کرم کو لٹانے کے لیے کی اور تو اتنا متکبر تھا کہ تو اس طرف متوجہ ہی نہ ہوا۔ باقی گناہوں کو باقی جرائم کو تو رہنے دو ایک یہ سوال ہی بہت اہم ہے ۔

اب رہی یہ بات کہ لیلتہ القدر کب ہوتی ہے تو اس میں مختلف آرا محدثین کرام کی، شارحین کی اور مفسرین کرام کی ہیں بالآخر جو اس پر اجتماعی نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ لیلتہ القدر رمضان المبارک کے آخری دس راتوں میں کوئی رات ہوتی ہے آخری دس طاق راتوں میں سے کوئی ایک اکیسویں ہو تیسویں ہو۔ پچیسویں ہو ستائیسویں ہو۔ انتیسویں ہو ان میں سے کوئی ایک رات۔ اور اکثر جو اقوال ہیں وہ اس پر ہیں اور یہ رات شام سے شروع ہو کر۔ یہ سلامتی یا یہ برکات اس کی طلوع فجر تک ساری رات۔ بعض اوقات اہل اللہ محسوس کر بھی لیتے ہیں اگر چاہیں تو اور نہ چاہیں تو محسوس نہیں بھی ہو سکتا کیونکہ یہ تو اللہ کریم کے اپنے قبضہ قدرت اور اپنے اختیار میں ہے کہ کسی کے بس میں نہیں۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ یہ رات ان راتوں میں سے ایک ضرور ہوتی ہے جنہیں زیادہ پانے کا شوق ہوتا ہے وہ ان پانچ راتوں میں ہی اللہ اللہ کرتے ہیں۔ اور محققین کے نزدیک جو شخص عشاء با جماعت ادا کر لیتا ہے پھر فجر با جماعت ادا کر لیتا ہے وہ بھی محروم نہیں رہتا۔ اللہ اسے بھی قائم الیل شمار فرما لیتے ہیں۔ اگر کوئی واقعی رات کا قیام کر لے وہ تو مزید نور "علیٰ" نور ہو گیا۔ لیکن کم از کم عشاء با جماعت ادا کرنے والا فجر با جماعت ادا کرنے والا بھی اس کی برکات سے محروم نہیں رہتا۔

اور اس کی برکات کا مشاہدہ یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی کو یہ لمحہ نصیب ہو جائے تو اس کی زندگی میں ایک خوشگوار تبدیلی آ جاتی ہے وہ جیسے چپکے سے جنگل میں بہار آ جائے یعنی ویرانوں میں بہار آ جاتی ہے اس طرح دل کی دنیا میں شگوفے سے پھوٹنے لگتے ہیں اور اللہ کی اطاعت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لذت بھی آنے لگتی ہے اور نافرمانی تلخ سی اور بے سوادی سی لگنے لگتی ہے۔ یعنی دل کی دنیا میں ایک مثبت تبدیلی آ جاتی ہے۔

اور آخری بات جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ میں تقریباً پہلے بھی بارہا کہہ چکا ہوں کہ دعا کا، عبادت کا، ذکر کا، ہر کام کا ایک ادب ہے ہر شخص کی آزادی اس کی اپنی ذات تک ہوتی ہے اس سے جب آگے بڑھتا ہے تو دوسرے کی آزادی میں مخل ہوتی ہے میں نے بارہا یہ کہا ہے کہ اگر کوئی تنہا ہو اپنے گھر میں ہو تو جس طرح جی چاہے پکارے لیکن مسجد میں معتکفین حضرات کی دعا کی آواز دوسرے پاس بیٹھے ہوئے ساتھی کو پریشان کرنے کے لیے جائز نہیں۔ آپ رونا چاہتے ہیں تو روئیں آپ جھگڑنا چاہتے ہیں تو جھگڑیں آپ کا حق ہے اپنے مالک سے جھگڑنے کا بھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک شخص کا اونٹ گم ہو گیا جنگل تھا صحرا تھا ریگزار تھا سخت پیاس لگی ہوئی تھی پانی اونٹ پر تھا تو تلاش میں جو رہی سہی کسر تھی وہ سفر میں نکل گئی۔ اس کی زبان خشک ہو گئی وہ قریب المرگ ہو گیا اچانک اس نے دیکھا کہ ایک طرف سے اس کا اونٹ آ رہا ہے پانی کا مشکیزہ بھی بھرا ہوا تو وہ خوش ہو کر کہنے لگا۔ کہ تو کتنا اچھا بندہ ہے اور میں کتنا اچھا رب ہوں اللہ سے کہنے لگا کہ میں تیرا کتنا اچھا رب ہوں اور تو میرا کتنا بہترین بندہ ہے۔ یہ بالکل الٹ کہا اس نے یہ کفر تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس کی اس بات، سے اللہ کریم اتنے خوش ہوئے اس کی ساری زندگی کی عبادت سے نہیں ہوئے تھے کلمات غلط تھے لیکن جذبات غلط نہیں تھے وہ تو نیتوں کا مالک ہے زبان نے لغزش کھائی لیکن جو کیفیت اس کے دل میں تھی جو وہ کہنا چاہتا تھا اس میں تو لغزش نہیں تھی۔ تو وہ تو اس بات کو دیکھتا ہے جو علیم بذات الصدور ہے بظاہر جو اس نے کہا کلمہ تو کفر کا تھا لیکن وہ جو کیفیت تھی وہ تو اسے دیکھ رہا تھا۔

وہاں عطا تو ہوتا ہے اس کیفیت پر جو ہمارے دل میں ہے یعنی اگر تنہائی ہو۔ دوسرے کے ذکر میں، تلاوت میں مخل نہیں ہوتے ہو تو دھاڑیں مار مار کر بھی روتے رہو لیکن آپ میں سے اٹھ کر ایک دھاڑیں مارنا شروع کر دے تو یہ جو ہم سارا دوسرا کام کر رہے ہیں یہ تو سارا ڈسٹرب ہو گا اس کا تو ہمیں حق نہیں یعنی اپنی حدود کے اندر دعا کا بھی ایک ادب ہے اور اللہ تو

دلوں کے بھید جانتا ہے یہ ضروری نہیں کہ اسے چلا کر پکارا جائے۔

ہر شخص کی اپنی استعداد ہے۔ اپنے رب سے بات کرنی ہے ضرور کرو لیکن اپنے رب سے کرو دوسرے لوگوں کو پریشان مت کرو ایسا نہ ہو کہ آپ شور کرنا شروع کر دیں چلانا شروع کر دیں رو رو کر دعائیں مانگیں رونا ہے رو لیکن اپنے رب کے پاس رو ہمیں مت سناؤ ہم تو رونے پر خوش نہیں ہم کیا دیں گے ہم تو خود لینے والے ہیں مخلوق تو خود محتاج ہے مخلوق کسی کو کیا دے گی لہذا یہ احتیاط رہے کہ کوئی بھی ساتھی اپنی دعا اپنے معمولات اپنے ذکر کی وجہ سے کسی دوسرے کی دعا یا اس کے مناجات کو خراب نہ کرے۔ اپنا معاملہ اپنے رب سے کرے کہ اللہ نے ہمیں توفیق بخشی ہم بہت سے دوست بیٹھے ہیں اس کی رحمت کے طلب گار ہیں۔ اگر ہم چلا چلا کر پکار پکار کر مانگنا شروع کر دیں تو شاید ایک آدمی تو چلا چلا کر وہ اپنا خشوع اور توجہ قائم کرے لیکن اس کے گردا گرد جو دوسرا آدمی ہے ممکن ہے وہ پریشان ہو جائے اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم کسی ایسے کو نہیں پکار رہے ہو جو بہت دور ہے اگر مانگنا ہی ہے تو تہہ دل سے پکارو دل میں یہ فیصلہ کرو دل میں یہ طے کرو دل کو چیر کر اس کی بارگاہ میں رکھ دو تو بھر لو گے۔

آج کی رات اتنی عظیم رات ہے لیلۃ القدر اگر آج ہے تو لیلۃ القدر اتنی عظیم رات ہے کہ سارے زمانے مل کر اتنی برکات نہیں سمیٹتے جتنی یہ سمیٹی ہے توجہات میں نے آپ کے سامنے پیش کر دیں آیئے دعا کریں اللہ کریم ہمیں اس کی برکات نصیب فرمائے ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور اس ملک کو قائم رکھے اور اس پر دین کی حکومت قائم فرمائے مجاہدین اسلام کو فتح نصیب فرمائے اور اسلامی حکومت کے قیام کی توفیق نصیب فرمائے پوری دنیا میں عالم اسلام پر اور مسلمانوں پر اپنی رحمت فرمائے اتحاد اور نیکی پر جمع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ (آل عمران ۱۸۵)

(ترجمہ)۔ ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو پوری پاداش تمہاری قیامت ہی کے روز ملے گی۔ تو جو شخص دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا سو پورا کامیاب وہ ہوا۔ اور دنیوی زندگی تو کچھ بھی نہیں۔ صرف دھوکے کا سودا ہے۔

کرنل ڈاکٹر محمد نثار کی والدہ رحلت فرما گئیں ہیں

ہم سب اُن کے غم میں شریک ہیں اور تمام سلسلہ کے ساتھیوں سے مرحومہ کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ؕ

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

نسبتِ اویسیہ کا کمال

انسان کا اہم حصہ اس کی روح ہے اور جس طرح بے شمار نعمتیں بدن کی تعمیر اور اصلاح کے لئے ہیں اس طرح روح کی تعمیر اصلاح غذا اور دوا کے لئے بھی ایک عالم ہے انسان اربعہ عناصر سے نہیں بلکہ اس میں خمسہ عناصر عالم امر سے بھی موجود ہیں جو جس طرح بدن کی میں ایک مقام رکھتی ہیں اسی طرح وہ روح کی محسوسات کا اور روح کو غذا پہنچانے کا سبب ہیں جنہیں اصطلاح میں لطائف کہا جاتا ہے چونکہ روح خود ایک جسم لطیف ہے اسی کے اعضائے رئیسہ بھی لطیف تر ہیں جس طرح بدن کے اعضائے رئیسہ ہیں دل ہے دماغ ہے جگر ہے اسی طرح روح کے بھی اب بدن کو جو غذا پہنچتی ہے اس کا اہم عنصر تو مٹی ہے لیکن اس کے ساتھ مختلف چیزیں پانی سے ہوا سے اس میں شامل ہوکر اسے مختلف صورتیں دیتی ہیں اور یہ ایک نظام ہے رب العلمین کا کہ مختلف غذاؤں کی شکل میں انسان کے بدن کی کہیں تعمیر کے لئے کبھی اصلاح کے لئے غذا اور دوا کی صورت میں پہنچتا ہے

اسی طرح جو روح کی تعمیر ہوتی ہے اسے جو تجلیات نصیب ہوتی ہیں عالم امر کی ان کا سبب الوالعزم رسول بنتے ہیں تمام انبیا میں تین سو تیرہ رسول ہیں رسول وہ نبی ہیں جو صاحب کتاب بھی ہیں اور اپنی شریعت لائے باقی انبیا انہی کی شریعت ان کی تائید کے لئے تشریف لائے ان تین سو تیرہ میں پانچ رسول جو ہیں وہ الوالعزم ہیں حضرت آدم حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ ۔ یہ پانچ رسول جو ہیں یہ الوالعزم رسول ہیں اور پھر یہ پانچوں ہستیاں اکتساب فیض کرتی ہیں آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے تو وہ خمسہ لطائف جو پانچ لطائف انسانی روح کا حصہ یا روح کی حسیات ہیں وہ انسان کے سینے میں مختلف جگہوں پر ان کا تعین فرمایا گیا ہے

حدیث شریف میں یہ ملتا ہے کہ کسی صحابی نے باوجود صحابی ہونے کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت عالیہ میں کچھ قلبی یا روحانی پریشانی کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیر دیا اس کا منشا ہی یہی تھا کہ براہ راست ان لطائف کو حضورؐ کے مس کرنے سے جلا مل گئی اور وہ کمی دور ہوگئی۔

یہ پانچوں لطائف جو انسان کے سینے میں ہیں جب ان پر ذکر کیا جاتا ہے تو یہ ان الوالعزم ہستیوں سے استفادہ کرتے ہیں پہلے لطیفے پر حضرت آدم علیہ والہ وسلم کی وساطت سے انوارات آتے ہیں جن کا رنگ اگر قلب کی آنکھ کھل جائے تو زرد نظر آتا ہے زرد رنگ کی روشنی جو آسمانوں سے آکر اس میں سماتی ہوئی نظر آتی ہے اسی طرح دوسرے لطیفے پر جسے روح کہا جاتا ہے اس پر دو رسول معین ہیں جن کی برکات آتی ہیں حضرت نوح اور حضرت ابراہیم سرخی مائل سنہری رنگ کے انوارات ہوتے ہیں روشنیاں ہوتی ہیں جو منعکس ہوکر اسی میں سرایت کرتی جاتی ہیں۔ تیسرے لطیفے پر حضرت موسیٰ کے انوارات آتے ہیں جو بالکل روشن اور سفید

ہوتے ہیں چوتھے لطیفے پر حضرت عیسیٰ کی برکات آتی ہیں گہرے نیلے رنگ کے انوارات ہوتے ہیں کبھی کبھی اتنے گہرے ہوتے ہیں کہ سیاہی کا دھواں نظر آتا ہے پانچواں لطیفہ جو ان چاروں کے درمیان ہے اس پر براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے انوارات آتے ہیں ان کا رنگ گنبد خضراء کے رنگ کی طرح سبز ہوتا ہے چھٹے اور ساتویں لطیفے پر جو ذکر کیا جاتا ہے اس پر براہ راست تجلیات باری ہوتی ہیں جو بجلی کی طرح چمک کر غائب ہوجاتی ہیں جن کے رنگ یا کیفیت یا کمیت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا جیسے بجلی چمکتی ہے تو ہم اس کا کوئی رنگ متعین نہیں کر سکتے اسی طرح سے روشنی کے چھپاکے ہوتے ہیں ان کا رنگ متعین نہیں ہوتا لیکن ہوتا یہ ہے کہ جب ساتوں لطائف روشن ہوجائیں تو وجود کا ذرہ ذرہ جو ہے وہ ذاکر ہوجاتا ہے جس طرح ارشاد خداوندی ہے

" ثم تلین جلودھم و قلوبھم الی ذکر اللہ " ۔

برکات نبوت کا یہ حال تھا کہ یہ تو ابتداء بنیاد ہے الف ب ج ہے وہاں بیک نگاہ انتہا تک کے کمالات حاصل ہوگئے اس کے باوجود صحابہ کرام ذکر اذکار ضرور کرتے تھے اگرچہ انہیں سب کچھ بیک نگاہ مل جاتا تھا کیونکہ ذکر کرنے کا حکم نہ صرف عام مسلمانوں کو ہے نہ صرف اہل اللہ کو ہے نہ صرف صحابہ کو ہے ، تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو ذکر کی تاکید کی گئی قرآن حکیم میں موجود ہے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو باوجود علو مرتبت اور عظمت و شان کے ذکر اسم ذات کی تلقین فرمائی گئی اس کی وجہ یہ ہے کہ قرب الٰہی کی منازل کی کوئی انتہا نہیں ہے

یہ جو بعض کتابوں میں ہمیں مل جاتا ہے کہ فلاں بزرگ نے فلاں جگہ سے فیوضات حاصل کئے اور سلوک تمام کردیا اسی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگ اس کی وسعت سے واقف نہیں ہوتے یہ تمام ہونے والا راستہ ہی نہیں یہ ایک ایسی راہ ہے جو ابدالاباد چلتی رہے گی اور کبھی ختم نہ ہوگی حتی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی درجات ہر آنے والی ساعت میں پہلے سے بلند ہوگئے یعنی کوئی انتہا نہیں ہے قرب الٰہی کی کوئی ایسا مقام نہیں آتا کہ جہاں آدمی پہنچے اور آگے رب جلیل بیٹھے ہوں تشریف فرما ہوں اس سے آگے کوئی بات نہ ہو نہیں اگر کروڑوں زندگیں بھی نصیب ہوں اور انسان کروڑوں سفر بھی تیزی سے کرتا رہے سفر ہی کرتا رہے گا اور ان وسعتوں اور ان میں چلتا ہی رہے گا جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات اقدس کو آپ دیکھیں کہ آپ کا ہر لمحہ زندگی کا قرب الٰہی میں زیادتی کرتا رہتا تھا وصال کے بعد ہر آن آپ کو ترقی نصیب ہوتی رہتی ہے یہ اربوں انسان جو روئے زمین پر سجدے کرتے ہیں کائنات کا چپہ چپہ انہی کی عطا کردہ ہدایت سے منور ہے انہی کے وسیلے سے یہ جہاں قائم ہے تو یہ ساری نیکیاں جو مختلف نوع اللہ کی مخلوق کرتی ہے ان سب کا اتنا ہی ثواب حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو پہنچتا ہے جو ان کے تعلیم فرمانے والے تھے ان سب ترقیاتی کے باوجود حضورؐ خود فرماتے ہیں کہ میدان حشر میں جب سب طرف سے لوگ مایوس ہوکر میری خدمت میں حاضر ہوں گے اور یہ چاہیں گے آپ یہ دعا کر دیجئے کہ حساب شروع ہوجائے عرصہ محشر ختم ہو، جسے بخشش ملے جسے نہ ملے نہ ملے اب تو عرصہ محشر میں تو سارے ہی اس کی شدت کو برداشت کر رہے ہیں

آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے کچھ ایسے کلمات تعلیم فرمائے جائیں گے جو اس سے پہلے میں نہیں جانتا تھا یعنی عرصہ محشر میں بھی حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ترقی بدستور ہوری ہوگی اس میں کمی کا پہلو نہیں ہے بلکہ اس میں اشارہ یہ ہے کہ اس وقت بھی حالات یا آپ کے مقامات پہلے سے بلند تر ہورہے ہیں جنت میں تو ہر جنتی کو ہر آن ترقی نصیب ہوتی رہے گی حتی کہ جنت کی غذاؤں کا بھی یہ حال ہے کہ آپ ایک پھل سے ایک لقمہ کھالیں گے تو دوسرا لقمہ پہلے سے لذیز تر ہوگا اسی پھل کا یعنی اس میں ہر آن ہر چیز

میں ترقی ہوتی رہے گی اور یہ ترقی کبھی ختم نہیں ہوگی
یہی حال اس راستے کا ہے کہ سلوک ختم نہیں ہوتا یہ بہت وسیع تر شے ہے اور اللہ جس قدر چاہے جس کو جہاں لے جائے اب اگر کسی کو مدرسہ کوئی مکتب نہیں مل سکا وہ صرف پرائمری تک یا چار جماعتوں تک پڑھ سکا ہے اس کے علم میں کوئی مدرسہ ہی نہیں آیا تو وہ اگر کہہ دے کہ میں نے سارے علوم پڑھ لیے تو یہ اور بات ہے لیکن اگر کسی کو یہ سعادت نصیب ہوتی چلی جائے تو اس کی وسعتیں ختم نہیں ہوتیں حضورؐ کی توجہ سے اور صحابہ کی صحبت سے تابعین کی صحبت سے تو ایک آن نہ صرف یہ لطائف منور ہوتے تھے بلکہ منازل سلوک طے ہوجاتے تھے اور آدمی کا تعلق عالم امر سے قائم ہوجاتا تھا جیسا کہ شاعر نے کہا ہے

صورتش برخاک و جان درلا مکان
لامکان فوق وہم سالکان

کہ ان کے وجود تو زمین پر ہوتے تھے لیکن ان کی ارواح عالم امر میں ہوتی تھیں اور وہ اتنا دور ہے کہ اس راہ کے چلنے والوں کی سمجھ سے بھی بہت دور اور بالاتر ہے تو جب یہ لطائف منور ہوتے ہیں تو پھر جب آپ قلب پر مراقبہ کرتے ہیں تو یہ انوارات عروج کرتے ہیں پہلے نزول ہوتا ہے اسی طرف سے لطائف پر لیکن جب قلب پر مراقبہ کرتے ہیں تو قلب سے عروج ہوتا ہے قلب سے نور اٹھ کر اوپر جاتا ہے اور یہ عرش عظیم تک یہ ایک تعلق قائم ہوجاتا ہے جسے اصطلاح تصوف میں رابطہ کہتے ہیں یہی بنیاد بنتا ہے روح کے سفر کرنے کا اور روح کے منازل کو طے کرنے کا ۔ اگر یہ رابطہ مضبوط ہوجائے اور کوئی ایسا شیخ نصیب ہو جسے یہ اللہ ہمت دے کہ وہ آپ کو مراقبہ کرا سکے تو ایک توجہ سے وہ روح کو مقام احدیت تک پہنچا دیتا ہے مقام احدیت عرش عظیم کا دروازہ ہے محققین نے لکھا ہے وہ روح کی رفتار سے زمین سے پچاس ہزار سال کا فاصلہ ہے ورنہ تو سب سے تیز جو حساب لگایا جاتا ہے وہ روشنی کے سفر کا ہے نوری سالوں کا اور نوری سالوں کے اعتبار سے لاکھوں سالوں سے زیادہ کا راستہ آسمان ہی بنتا ہے لیکن روح کی رفتار نوری سالوں سے بھی کروڑوں گنا لائٹ کی رفتار سے بھی زیادہ ہوتی ہے اس کی رفتار سے جو سال بنتے ہیں وہ پچاس ہزار سالہ راستہ بنتا ہے اور محققین لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اللہ کی طرف سے یہ قوت رکھتا ہو کہ وہ کسی کو مراقبہ احدیت کرا دے تو اس سے مزید کسی کرامت کا طلب کرنا جہالت ہے یہ اتنا بڑا کام ہے اتنا بڑا کام ہے کہ اگر اتنی زندگی ملے جو کروڑوں سالوں پر محیط ہو وہ کوشش کرتا رہے تو از خود چل کر روح کا وہاں پہنچنا ممکن نہیں۔

احدیت گویا دروازہ کھل جاتا ہے عرش عظیم کا اس کے اوپر معیت باری کا مراقبہ ہوتا ہے جس کی باقاعدہ منزل ہے اور جس میں احساس و شعور یہ ہوتا ہے احدیت کا اثر عملی زندگی پر یہ ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ کی واحدانیت پر اعتماد پیدا ہونا شروع ہوجاتا ہے معیت میں جو کیفیات حاصل ہوتی ہیں ان کے علاوہ عملی زندگی پر یہ اثر ہوتا ہے کہ انسان کسی جگہ بھی اپنے آپ کو تنہا نہیں پاتا یوں تو اللہ کریم ہر جگہ موجود ہے لیکن کتنی دنیا ہے جو اس کی موجودگی سے بے خبر ہے اللہ تو ہر جگہ موجود ہے لیکن کتنے لوگ ہیں جو اس کے وجود ہی سے منکر ہیں کتنی مخلوق ہے جو اسی کی وجود کا اقرار کرتی ہے کلمہ پڑھتی ہے لیکن اپنے افعال و کردار میں اس طرح سے آزاد ہے کہ جیسے خدا کو کچھ خبر ہی نہ ہو اللہ انہیں دیکھ ہی نہ رہا ہو تو یہ زبان سے یہ کہنا تو آسان سی بات ہے لیکن اسے اپنے اندر سمو لینا اپنے محسوسات میں اپنے شعور میں اپنے دل میں یہ بہت بڑی بات ہے اور مراقبہ معیت کا اثر عملی زندگی پر یہ ہوتا ہے کہ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر بار اللہ کریم کی معیت کا احساس ہونا چاہیے

پھر اس سے آگے اقربیت ہے انہیں مراقبات ثلاثہ کہا جاتا ہے قرآن کی آیات ہی کی کیفیات کو دل میں سمونے کی ایک کوشش ہوتی ہے اور بغیر شیخ کی توجہ

کے از خود نصیب نہیں ہوتیں جس طرح بغیر حضورؐ کی صحبت کے از خود کوئی صحابی نہیں بن سکا جس طرح صحابی کی صحبت کے بغیر کوئی تابعی نہیں بن سکا اسی طرح شیخ کی مجلس اور صحبت اور توجہ کے بغیر یہ چیزیں حاصل نہیں ہوتیں ۔ بے شمار لوگ کوشش کرتے ہیں ایلوپیتھی میں شعبدہ بازی میں ہندوؤں کا جوگ ہے اس میں عجائبات ہوتے ہیں لیکن ایک اصولی بات یاد رکھیے کہ ساری محنت صرف وہ کمال حاصل کر سکتی ہے جو آپ ویسے بھی مادی ذرائع سے حاصل کر سکتے ہیں ٹیکنیکلی بھی کر سکتے ہیں مثلاً یہاں بیٹھ کر کوئی ہندو بھی مراقبہ کر کے کراچی کی بات بتا دے اور آج کل تو یہ بات آسان ہوگئی ہے ٹیلی ویژن پر ہم دیکھتے ہیں کہ ہیچ دنیا کے کسی گوشے میں ہورہا ہے اور ساری دنیا دیکھ رہی ہے مشینری بھی اتنی آگے بڑھ گئی ہے اسی طرح یہ ہے کمال بھی ہوتا تھا کہ یہاں بیٹھے نظر آئے اور پھر وہ آن واحد میں آپ کو ابو ظہبی میں ملیں گے پاکستان میں مل جائیں گے وجود کو منتقل کر دیتے ہیں توجہ سے دوسری طرف آجکل مشین نے بھی یہ ملکہ حاصل کر لیا ہے کہ وہ ایک جہاز مہینوں کا راستہ سینکڑوں آدمیوں کو لے کر طے کر لیتا ہے پرندوں کو پہلے سے یہ قوت حاصل ہے کہ وہ اپنے وجود کو فضا میں لے جاتے ہیں تو اس طرح کی جتنی باتیں ہیں جو زمین سے اوپر آسمان سے نیچے عالم امکان میں موجود ہیں ان میں کسی قسم کی دسترس حاصل کر لینے کے لئے ایمان بھی شرط نہیں

لیکن برزخ میں جھانکنے کے لئے عالم غیب میں جھانکنے کے لئے یا بالائے آسمان نگاہ کو لے جانے کے لئے ایمان بنیاد ہے اور صحبت شیخ شرط ہے بڑے سے بڑا کامل شخص بھی ایمان نہ ہو تو یہ دولت نہیں لے سکتا ایمان شرط ہے اس کی اور ایمان کے ساتھ شیخ کی صحبت اور توجہ نصیب نہ ہو تو یہ نعمت حاصل نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ اس کا سبب ہے تو جب روح میں قوت پرواز آجائے اور اسے یہ مراقبات ثلاثہ نصیب ہوجائیں تو اس میں ایک استعداد آجاتی ہے اس بات کی کہ وہ برزخ میں قدم رکھ سکتی ہے اور ہمارے اس سلسلہ عالیہ کا جو کمال اللہ کریم نے اس نسبت اویسیہ کو بخشا ہے وہ ہے ہی یہی کہ ہم یہ جو بیعت ظاہری لیتے ہیں یہ محض تکمیل سنت کے لئے اور ثواب کے لئے لیتے ہیں ورنہ اصل بیعت ہی یہ ہے کہ مراقبات ثلاثہ سے گذار کر آدمی کو برزخ میں لے جایا جائے اور براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں اس کی روح کو روحانی طور پر کھڑا کردیا جائے اور اس کی روح حضور کے دست اقدس پر بیعت سے مشرف ہو اس کا دعویٰ بہت چوٹی کے بزرگان دین نے کیا ہے

حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں میں اویسی ہوں کہ میں مدینہ منورہ میں تھا مجھے حضورؐ کی زیارت نصیب ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے نہ صرف مجھے بیعت فرمایا بلکہ میں نے قرآن وہاں رہ کر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے پڑھا

اسی طرح اگر آپ اسی پائے کے لوگوں کی تصانیف دیکھیں گے تو اس میں بہت بڑا کمال یہی نظر آئے گا کہ ان کی رسائی حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ اقدس پر ہوتی ہے اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ صدیوں کا فاصلہ عبور کر لیا جائے میلوں کا فاصلہ پس پشت ڈال دیا جائے اور عالموں کی وسعتوں کو عبور کر لیا جائے تو یہ اتنی بڑی قوت ہے جو صرف انسان کو نصیب ہوسکتی ہے جو فرشتے کے حصے میں نہیں آئی کہ وہ بھی اپنے مخصوص اور معین راستے معین جگہ تک رہتا ہے اس کے پاس بھی یہ قوت نہیں ہوتی

اور جب یہ نعمت نصیب ہوتی ہے تو تمام سلاسل میں اور تمام تاریخ تصورت میں یہ بات ملتی ہے کہ تبع تابعین کے بعد جب یہ سلاسل تصوف شروع ہوئے کہ علوم ظاہری کے جس طرح چشمے بن گئے بٹ گئے اور مدارس وجود میں آگئے اسی طرح کمالات روحانی کے لئے بھی خانقاہیں وجود میں آگئیں اور اللہ کے بندوں نے عمر بھر محنتیں کر کے ان نعمتوں کو حاصل کیا اور بڑی بڑی محنتیں کیں

خواجہ ابو الحسن خرقانی رحمتہ اللہ تعالیٰ حضورؒ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد تیس برس مسلسل ان کے مرقد کے ساتھ مراقب رہے ان سے فیوضات کرتے رہے اور تیس سال کی محنت کے بعد انہیں مشاہدات و مراقبات نصیب ہوئے فرماتے ہیں

پس از سی سالہ این نقطہ محقق شد بخاقانی
کہ یکدم باخدا بودن بہ از ملک سلیمانی

تو آپ ان مجاہدوں کا ان محنتوں کا اندازہ فرمائیں۔

۔ لیکن ایک بات رہی تبع تابعین سے لے کر آج تک تمام بزرگان دین نے اگرچہ ان کے گرد لاکھوں لوگ جمع ہوگئے ان میں سے انہوں نے چند افراد کو اس نعمت کے لئے چن لیا دو چار پانچ چھ دس۔ باقی سب حضرات کو دعا دی انہیں تلقین کی اور لسانی اذکار اور دعائیں بتائیں یہ پڑھتے رہو لیکن یہ نعمت اس کے لئے بڑے بڑے اچھے چنے ہوئے بڑے باہمت باحوصلہ نہ ڈگمگانے والے لوگ منتخب کئے۔ اور آج تک یہ نعمت اس طرح سے چل رہی ہے ہر سلسلے میں آپ دیکھتے ہیں کہ ہر بڑے سے بڑے شیخ نے دو تین چار آدمیوں کی تربیت فرمائی روحانی تکمیل فرمائی باقی سب کو ظاہری اوراد و وظائف اور نیکی پر رکھا

اب یہ سعادت چودہ سو سال بعد ہمارے شیخ المکرم رحمتہ اللہ علیہ کے حصے میں تھی اللہ کی مرضی وہ کسی کو کیا دیتا ہے پوری تاریخ تصوف میں تبع تابعین کے بعد حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ وہ پہلی ہستی ہیں کہ جنہوں نے یہ فرمایا کہ جنہیں ظاہری تعلیم و تعلم کی ضرورت ہو تو س کے لئے علماء ہر جگہ موجود ہیں اس کے لئے میرے پاس آنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہر جگہ یہ کام ہوسکتا ہے میرے پاس جو بھی آئے گا میں اسے روحانی تربیت سے سرفراز کروں گا اور میں یہ کوشش کروں گا کہ اسے میں فنافی الرسول تک بارگاہ نبوت میں پیش کرسکوں پھر ہم نے اپنی آنکھوں سے یہ دیکھا ہمارے ہاں دیہات میں عموماً جو خادم مسجد ہوتے ہیں جو پانی وغیرہ بھرتے ہیں صفائی کرتے ہیں وہ اکثر ۹۹ فیصد نماز بھی نہیں پڑھتے گاؤں کے غریب لوگ ہوتے ہیں انہیں نماز یاد تک نہیں ہوتی۔ آتے ہیں مسجد میں صفائی کر دی پانی بھر دیا لیکن حضرت کی مسجد میں جو خادم مسجد ہوتا تھا وہ بھی فنا فی الرسول ہوتا تھا اور جب کبھی ہم اس کے پاس بیٹھے تھے تو بارگاہ نبوت کی باتیں سنایا کرتا تھا۔ حضورؒ نے یہ ارشاد فرمایا ہے یہ کتنی عجیب بات ہے کہ مجھے یاد ہے ایک دن وہ ہمیں بتانے لگا کہ میں تو اکیلا ہی تھا ذکر کے لئے بیٹھ گیا تو کہیں سے سانپ نکل آیا (وہ جو پھنکارتا ہے اسے ناگ کہتے ہیں) پگڑی منہ پر ڈالے ایسے لطائف کر رہا تھا تو سانپ کو عادت ہوتی ہے جدھر کوئی حرکت کرے ادھر وہ ڈنگ مارتا ہے وہ لطائف کرتا رہے اور وہ اس کے ساتھ ساتھ ڈنگ مارتا رہا اور اسی کی پگڑی پر اس کا منہ لگتا رہا تو اس نے کہا کہ " میں نے کہا کہ وہ تھک کر چھوڑ دے گا میں کیوں اپنا ذکر خراب کروں " اور واقعی وہ تھک کر چلا گیا۔ یہ مسجد کا خادم تھا ایک اور بوڑھا سا بابا غریب دو تین میل باہر زمیندار کے پاس چوکیداری کرتا تھا رات کو اس کی حوالے کی نگہبانی کرتا تھا عشاء پڑھ کے ذکر کرکے باہر جاتا سحری کے نوافل وہ وہاں مسجد میں ہمارے ساتھ

آکر پڑھتا وہ غریب آدمی تھا اسے جرابیں میسر نہیں تھیں سانپ ہوتے تھے بڑے تو وہ گھٹنوں تک پاؤں کے ساتھ کپڑا لپیٹا ہوتا تھا چپلی نما سی کھیڑی اس نے پہنی ہوتی تھی وہ جو دیہات میں بنتی ہے تلی چپل۔ بوڑھا آدمی تھا لاٹھی ہاتھ میں ہوتی تھی اور یہاں تک اس نے پرانے کپڑے سے لپیٹ رکھے ہوتے تھے تو جب وہ آتا تھا بیٹھتا تھا تو ہم مبتدی تھے اس کے اسباق آگے تھے ہم اسے گھیر لیتے تھے حضرت کے آنے تک حضرت کا تو ہم بہت زیادہ احترام کرتے تھے کوئی بات کرنے کی جرات نہیں ہوتی تھی تو اسے پھر ہم چھیڑ لیتے تھے اور پھر وہ ہمیں دور دور تک کی باتیں سناتا سالک المجذوبی تک کی خبریں دیتا بارگاہ نبوت کی باتیں سناتا بعض بزرگان دین کے ساتھ ہم اسے شروع کرا دیتے۔

ایک دفعہ میں نے اسے کہا کہ یہاں ہم گذرتے ہیں روز تو وہاں ایک بزرگ کا مزار ہے اس کی حالت کو

دیکھو کہ کیسا ہے اس سے بات تو کرو وہ کہنے لگا تم نے مروا ہی دیا کیوں کہنے لگا وہ مجھے کہتا ہے تھوڑا ہی وقت رہ گیا ہے تمہاری قبر میرے ساتھ بنے گی اسی وقت باتیں کر لیں گے کیسے عجیب لوگ تھے اور اللہ کی شان وہ فوت ہوا اور بغیر کسی وصیت کے بغیر کسی خبر کے اس کا مدفن اسی کے ساتھ بنا۔

ایک بوڑھے سے بزرگ فوت ہوگئے کہیں تو حضرت نے فرمایا جنازے کے بعد جیسے آپ گزرے فرمایا یہاں اس کی قبر کھود دو بعد میں حیرت ہوئی کہ حضرت آپ نے وہاں اس کی قبر کھودنے کا کیوں حکم دیا فرمایا وہ زمین ہنس رہی تھی اور کہتی تھی میری امانت ہے یعنی وہ زمین کا قطعہ خوش ہو رہا تھا ہنس رہا تھا کہ یہ اللہ کی بندہ مجھ میں رہے گا مجھے سمجھ آگئی میں نے بتا دیا کہ اس کی جگہ تو یہ ہے یہ عام سی بات ہے

ایک آدمی قتل ہوگیا شہر سے باہر دور ویرانے میں اس کے کچھ عزیز ہمارے ساتھ ذکر کرتے تھے تو ایک بزرگ ساتھی ان کے ساتھ تھے وہاں سے وہ گذرے تو انہوں نے کہا یار ہمیں اگر بتا سکو کہ ہمارا ایک بھائی یہاں قتل ہوگیا تھا لیکن وہ نہیں بتاتے تھے انہوں نے کہا کہ " یار مجھے چھوڑ دو " مجھے کیا ضرورت ہے کیوں کہ اس کے حالات اچھے نہیں تھے وہ گرفتار عذاب تھا تو انہوں نے بتانا مناسب نہ سمجھا پھر ایک دن حضرت جی کے ساتھ تھے وہ آدمی بھی ساتھ تھا دوسرا آدمی بھی ساتھ تھا ہم قبرستان سے گذرے تو اس شخص نے ایک قبر پر انہیں روک لیا حضرت جی گھوڑی پر جا رہے تھے ہم پیچھے پیدل تھے اس نے کہا ذرہ ٹھہر جا یہ میرا رشتہ دار ہے اس سے بات تو کرو اس نے کہا اس سے بات نہیں ہوسکتی حضرت کیوں نہیں ؟ فرمایا وہی بدبو ہے اس کی قبر میں جو اس جگہ تھی جو تم نے مجھے اگلے دن روکا تھا وہ نہیں جانتے کہ وہی آدمی یہاں دفن ہے یار وہ بڑی ناقابل برداشت بدبو تھی وہی اس قبر میں بھی ہے

تو ایک عام انداز تھا حضرت جی کے ہاں اسے ہم کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے جسے بڑی بڑی کتابوں میں بہت بڑی کرامت کر کے بتایا گیا ہے اس کو ہم کچھ نہیں سمجھتے تھے یہ عام سی بات ہے اصل کرامت تو یہ ہے کہ اللہ کا قرب نصیب ہو حضورؐ کی بارگاہ کی حضوری نصیب ہو اور پھر یہ رب جلیل کا احسان ہے کہ پوری تاریخ تصوف میں یہ سعادت حضرت جی رحمتہ اللہ تعالی علیہ کے حصے میں آئی کہ جو بھی حلقہ ارادت میں آیا مرد یا عورت عالم یا ان پڑھ امیر یا غریب وہ سینہ روشن لے کر گیا اور حق یہ ہے کہ عین سنت یہ ہے کہ چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں جو حاضر ہوا وہ صحابی بن گیا یہ نہیں کہ کچھ منتخب لوگوں کو صحابی بنا دیں باقیوں کو محروم کردیں جو بھی آیا بنیادی طور پر شرف صحابیت سے مشروف ہوا اب اس میں کسی کو کتنی ترقی نصیب ہوئی یہ سب کے اپنے مدارج ہیں۔ لیکن تبع تابعین سے لے کر حضور حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کی ذات گرامی تک یہ بزرگان دین کا تعامل کیوں نہیں رہا یہ ان کی مجبوری تھی اللہ کریم نے جتنا جتنا کام ان سے لینا تھا وہ لیا اگر خدا نے کسی کو یہ توفیق اور یہ ہمت نہیں دی اور ان کا یہ احسان کیا کم ہے کہ انہوں نے اس دولت کو ضائع تو نہیں ہونے دیا ور وہ جو چند آدمیوں کو بھی یہ نعمت دیتے تھے جب باہر بات نکلتی تھی تو ان پر اتنے فتوے لگتے تھے کہ جن بزرگوں کو آپ آج بہت عظیم سمجھتے ہیں ان غریبوں نے جنگلوں میں جانیں دیں لوگ انہیں پتھر مار مار کر شہروں سے نکال دیتے تھے حکومتیں انہیں شہر بدر کر دیتی تھیں اور بڑی تکالیف دیتیں۔

یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے حضرت کو یہ فیض عام کرنے کی توفیق بھی دی اور مخلوق کی ایذا سے بچنے کی قوت بھی دی اور خود حفاظت بھی فرمائی۔ آپ گھبراتے ہیں یہ چھوٹی چھوٹی رکاوٹیں آتی ہیں کسی نے مسجد میں تقریر نہ کرنے دی اور کہا کہ انہیں فلاں کلب میں لے جاؤ یہ تو بڑی معمولی بات ہے آپ صوفیا کی تاریخ پڑھیں تو انہیں لوگوں نے اپنے شہروں اپنے گھروں سے نکال دیا بڑی عجیب بات ہے ہمیں تو اللہ کریم نے یہ عجیب قوت دی اس سلسلہ اویسیہ کو ایک عجیب طاقت دی کہ آپ اندازہ کریں روئے زمین کا کوئی

خطہ زمین ایسا نہیں ہے جہاں لوگوں کے قلب اسی نور سے منور نہ ہوں کیا یہ عجیب بات نہیں ہے ان ممالک میں جن کی ہم نے کبھی بات نہیں سنی ناروے کے شمال میں قطب شمالی کے قریب نہ پچھلے دنوں وہاں سے مجھے ایک عزیزہ کا خط آیا ہے وہ یہاں سے دارالعرفان سے ہو کر گئی ہے کہ حضرت ابھی ہمارا دو مہینے رات باقی ہے باقی تو کٹ چکی ہے دو مہینے ابھی باقی ہیں دو مہینے کے بعد سورج طلوع ہوگا چھ مہینے دن ہے چھ مہینے رات پھر مسائل ان کے عجیب عجیب ہیں روزہ کیسے رکھیں؟ نمازیں کیسے پڑھیں؟ کیا کریں کیا نہ کریں جب سورج طلوع ہوتا ہے وہ بھی فجر ظہر عصر نہیں بنتا بلکہ وہ بھی افق سے طلوع ہوتا ہے اور افق کے ساتھ چلتے چلتے غروب ہوجاتا ہے پھر وہ باہر نکل آتا ہے افق میں ڈوب جاتا ہے جس طرح سانپ چلتا ہے افق کے ساتھ ساتھ اس طرح چلتا رہتا ہے تو میں نے یہ مسئلہ پاکستان میں بڑے علماء سے ڈسکس کیا کہ انہیں کیا جواب دیا جائے تو کسی کے پلے کچھ نہیں پڑتا میں نے یہ مناسب سمجھا کہ بھئی دنیا کے ساتھ تو تمہارا لین دین ہے کسی ملک کے اوقات کے ساتھ تو اپنے اوقات کو ملاتے ہو اس کے حساب سے سوتے جاگتے ہو اس طرح کام کرتے ہو بینکنگ کرتے ہو لین دین کرتے ہو تو جو اوقات اپنی زندگی میں صبح شام دن رات کے حساب سے مقرر کر رکھے ہیں انہیں کی اوقات سے اپنی نمازیں ترتیب دے لو اور روزے ترتیب دے لو اللہ قبول فرمائے گا اس کے علاوہ کوئی حل میری سمجھ میں نہیں آتا جب باقی معمولات کے لئے آپ نے ایک ٹائم بنا لیا اتنے بجے دفتر کھلے گا اس کا مطلب ہے جسے آج یہاں آٹھ بجے کھلتے ہیں تو آپ کا دن طلوع ہو چکا ہوگا جب آپ چھٹی کرتے ہیں اور اس کے بعد بند کردیتے ہیں اس کا مطلب ہے عصر ہوگئی اس کے گھنٹہ بعد مغرب ہوگی آپ اس اوقات سے ترتیب دے لیں سورج کو مزے کرنے دیں ڈوبا رہے ڈوبا رہے نکلا رہے تو اس ناروے کے اس شمالی علاقہ سے اگلے دن جو مجھے خط ملا اسی میں لکھا تھا کہ اب ہم یہاں سولہ فیملیز ہوگئی ہیں جو نماز بھی پڑھتی ہیں ذکر بھی کرتے ہیں اور ہم یہ سوچ رہے ہیں آپ سے اجازت چاہتے تھی کہ اوسلو نام کا شہر ہے جہاں وہ رہتے ہیں تو ہم شہر سے باہر کوئی علیحدہ جگہ لے کر اپنے سارے گھر باہر بنائیں اور مسجد کے لئے ایک ہال بنائیں کہ اب ہم کمروں میں مل کر نماز نہیں پڑھ سکتے زیادہ ہوگئے ہیں۔

یعنی وہ برکات ہیں کہ وہ لوگ ان میں میرے خیال میں تین چار آدمی ایسے ہیں جنہیں فنا فی الرسول حاصل ہے دو تین تین دفعہ چالیس دن دو دو مہینے یہاں رہ کر گئے ہیں مراقبات حاصل کر کے فنا فی الرسول حاصل کر کے گئے ہیں

آپ اندازہ فرمائیں کہ امریکہ اخلاقیات کے بارے میں تباہی کے آخری دہانے پر ہے پھر امریکہ میں نیویارک سب سے زیادہ تباہی پر ہے اور نیو یارک میں مین ہٹن جو علاقہ ہے وہ روئے زمین پر سب سے زیادہ برائی کا مرکز ہے اور قبضہ سارا یہودیوں کا ہے وہاں بھی ہمیں ملنے جو آیا اسے نور ایمان بھی نصیب ہو اور قلب بھی روشن ہوگیا اور اب تک ان کے وہاں سے صرف ان کے اپنے خطوط نہیں آتے بلکہ ان سے آگے جن کو برکات اگلے دن جب میں یہاں اس طرف آرہا تھا اس سے کچھ دن پہلے مجھے ایک خط ملا ایک کسی جوان بچی کا اس نے بڑا انڈیٹیل لکھا کہ میری عمر اکیس سال ہے اور میں اتنی خوش نصیب ہوں کہ میں ابھی والدین کے ساتھ رہتی ہوں اور ہم اچھے کھاتے پیتے لوگ ہیں کیونکہ وہاں بچی ہو بچہ ہو بالغ جیسے ہوتا جائے وہ دروازے سے باہر نکال کر دروازہ بند کر دیتے ہیں کہ جاؤ پیدا ہونے سے لے کر بلوغ تک حکومت دیتی ہے اس کا وظیفہ تو والدین بھی ساتھ رکھتے ہیں جب بالغ ہوجاتا ہے والدین کو وظیفہ نہیں ملتا پھر اسے یا ملازمت ملتی ہے یا بے روزگاری الاؤنس لے آؤ یہاں سے کمرہ کرایہ پر لے لو اتنے پیسے کھانے کے ہوں گے اتنے کمرے کے نہیں رہنا ہے تو جہاں جی چاہتا ہے رہو تو وہاں اس کے لئے یہ بھی بڑے فخر کی بات ہے کہ ہم

ایسے آسودہ حال لوگ ہیں میری عمر اکیس سال ہوگئے ہے لیکن میں ماں باپ کے ساتھ رہتی ہوں خدا کے نام سے وہ آشنا نہیں تھی ہم چلے آئے تو بعد میں جو جماعت کی خواتین ہیں ان سے کسی کا رابطہ ہوا میں نے انہیں صرف یہ اجازت دی تھی کہ کوئی بھی ایمان کی شرط نہ لگاؤ اسے اللہ اللہ کرنے کے لئے کہہ دو وہ کرتا رہے اب چند مہینے جب اس نے اللہ اللہ کی تو اللہ کی شان اسے ایمان بھی نصیب ہوگیا اس کا دل روشن بھی ہوگیا انوارات و تجلیات بھی نظر آئیں اس نے پھر میرے ساتھ رابطہ کیا کہ میں آگے کیا کروں مجھے تو صحیح احکام کی سمجھ بھی نہیں ہے نماز کیسے پڑھنی ہے؟ اس کی عبارات کیسے ہے! معنی کیا ہے! وضو کا طریقہ! یہ سب مجھے کون بتائے گا تو پھر میں نے وہاں ساتھی جس کے ذمہ داری لگائی ہے اپنے عزیز ہیں یہاں کے جمات کے ساتھی وہ وہاں پڑھتی بھی ہیں کوئین میری کے علاقے میں جو یونیورسٹی ہے اس کے وہ سٹوڈنٹ بھی ہیں تو انہیں چھٹیاں ہورہی تھیں تو انہوں نے کہا کہ میں جنوری میں پاکستان آؤں گا تو میں نے کہا نہیں آپ چھٹیاں وہیں گذاریں یہ جو نئے آنے والے لوگ ہیں آپ جب تک یونیورسٹی سے فارغ ہیں ان کی تربیت کا کام کریں اسے بھی میں نے یہ لکھ دیا

آپ اندازہ فرمایئے کہ کتنی عجیب قوت ہے جو مین ہٹین میں بھی پیدا ہونے والی بچی کو بھی نور ایمان عطا کر دیتی ہے کتنی عجیب برکت ہے کتنی عجیب بات ہے تو یہ اس کا عملی زندگی پر اثر ہے جو ہر آدمی اپنی زندگی کو سامنے رکھ کر یہ محسوس کر سکتا ہے ایسا آدمی جو بفضل اللہ پہلے بھی نمازی تھا ذکر کے بعد اور پہلے کی نمازوں میں فرق محسوس کرے گا ایسا آدمی جو پہلے خطا کار تھا اپنی خطاؤں میں کمی محسوس کرے گا

تو اس کے لئے جیسا کہ میں نے علی الترتیب عرض کردیا ہے یہ ضروری ہے کہ آپ ہر لطیفے کو ایک مناسب وقت دیں اور اس میں ایک باقاعدگی پیدا کریں تاکہ یہ برکات زیادہ سے زیادہ حاصل ہوں یہ قوت زیادہ سے زیادہ حاصل ہو اور جتنی جس میں استعداد ہوگی انشاء اللہ اسے اس سے زیادہ ترقی نصیب ہوگی کیونکہ ہماری بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ ہر انسان کو جس قدر زیادہ سے زیادہ مدراج حاصل ہوسکیں اس کا تعاون اس کے ساتھ کیا جائے

تو کل جو بات میں نے عرض کی تھی یہ اس کا تکملہ ہے کہ اس طرح سے لوگ کہاں کہاں سے اس سے برکات حاصل کرتے ہیں یہ اللہ کی بہت بڑی عطا ہے کہ جس طرح حضور کے بعد بہت لمبے زمانے کے بعد پیدا کیا اس طرح بےشمار برکات ایسی دے دیں جس نے ان فاصلوں کو مٹا دیا۔ تو یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے اور یہ کسی ایک کے لئے مختص نہیں ہے اس کی سب سے عظیم تر روایت ہی یہ ہے کہ کوئی مرد ہو خاتون ہو بچہ ہو بوڑھا ہو جسے اللہ عطا فرمائے اور جو محنت کرے جسے استعداد نصیب ہو اس کو عطا کی جائے تو یہ تھی وہ مختصر سی صورتحال جس کے لئے میں آپ سے عرض کروں گا کہ آپ اپنے معمولات میں تسلسل پیدا فرمائیں کیونکہ یہ جو چھوٹ جاتا ہے درمیان سے اس سے یہ ہوتا ہے جیسے بجلی کا ایک لنک کٹ جائے تو وہ پچھلی ساری لائن خالی ہوجاتی ہے پھر نئے سرے سے پاور ہاؤس چلانا پڑتا ہے اس کی قضا نہیں ہوتا نماز چھوٹ گئی ہے تو دوسری نماز کے ساتھ شاید قضا کر لیں لیکن یہ چھوٹ جائے تو اس کی نگاہوں کی اور اس قرب کی تو کوئی قضا تو نہیں ہوتی نا یہ پھر سے بنانا پڑتا ہے اور اگر تسلسل قائم رہے تو بفضل اللہ اس میں ترقی ہوتی رہتی ہے آپ محسوس کریں یا نہ کریں اور استعداد پیدا ہوجائے تو پھر کسی ایک ملاقات میں بھی سارے مراقبات کرائے جا سکتے ہیں شرط یہ ہے کہ محنت کر کے استعداد جمع کر لی جائے

اللہ کریم آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور حاضرو غائب تمام احباب کی نگہداشت فرمائے اور تمام مومنین کے سینے منور فرمائے

(و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین)

نزولِ قرآن اور خواتین

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ ان المسلمین والمسلمت والمومنین والمومنت والقنتین والقنتت والصدقین والصدقت والصبرین والصبرت والخشعین والخشعت والمتصدقین والمتصدقت والصائمین والصئمت والحفظین فروجھم والحفظت والذکرین اللہ کثیرا والذکرت اعداللہ لھم مغفرۃ واجرا عظیما ○ پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب رکوع ۲

سورۃ الاحزاب کی یہ آیت کریمہ بائیسویں پارے کے شروع میں ہے اور اس کا شان نزول جو مفسرین کرام نے ارشاد فرمایا وہ ایک بڑا عجیب سوال ہے کہ خواتین نے بارگاہ نبوت میں یہ سوال پیش کیا تھا کہ یا رسول اللہؐ جب بھی قرآن حکیم نازل ہوتا ہے تو مردوں کے متعلق اس میں بات ہوتی ہے انہیں خطاب فرمایا جاتا ہے تو ہمارے لیے تو کوئی بات ہی نہیں کسی خطاب میں ہمیں اس کا سزاوار ہی نہیں سمجھا جاتا تو آپؐ نے فرمایا کہ قرآن حکیم اللہ کا کلام انسانوں کے لیے ہے۔ اور انسان ہونے کی حیثیت سے خواتین یا مردوں میں کوئی فرق نہیں انسان تو دونوں ہیں۔ اس طرح ایمان، احکام، شرعی فرائض، ذمہ داریاں یا حقوق کے تعین میں اگر کچھ فرق ہے تو اس کی اختلافی صورت جو مرد اور خاتون میں ہے اس کی وجہ سے ہے مگر جہاں تک اس کی اہمیت ہے اس میں تو کوئی فرق نہیں۔ ایک خاتون کے جو حقوق ہیں وہ بھی انسانی حقوق ہیں اتنی ہی اہمیت رکھتے ہیں کسی مرد کی جتنی اہمیت رکھتے ہیں۔ کسی مرد کے فرائض بھی، اتنی قیمت رکھتے ہیں اللہ کے نزدیک کسی خاتون کے فرائض بھی اتنی ہی حیثیت اور قیمت رکھتے ہیں جس طرح مرد مکلف ہے اسی طرح خواتین مکلف ہیں جس طرح مردوں کے لیے حساب ہے اسی طرح خواتین کے لیے حساب ہے انہیں اللہ کے حضور جوابدہی دینی ہے جس طرح مرد اجر پائیں گے یا اللہ معاف فرمائے جرائم پر سزا ہو گی اس طرح خواتین کے لیے بھی کوئی خاص علیحدہ اعلان نہیں فرمایا گیا بلکہ اس نظام میں نیکی کا بدلہ نیک اور گناہ کی سزا کا وہی ایک نظام ہے اس کی بارگاہ میں اسی روز جواب دینا ہے اس کے باوجود رب جلیل نے اس آیت کریمہ میں جواب ارشاد فرما دیا۔

آپ یہ یاد رکھیے گا کہ جب قرآن حکیم نازل ہو رہا تھا اور اسلام کا اعلان فرمایا۔ نبی کریمؐ کی بعثت ہوئی اسلام کا اظہار ہوا تو اس پس منظر میں آج کی خواتین نہیں تھیں اس وقت روئے زمین پر خاتون کو انسانی درجہ دینے کے لیے کوئی قوم تیار نہیں تھی۔ یعنی اسے اتنا بھی نہیں سمجھا جاتا تھا کہ یہ انسانیت کا ایک جزو ہے۔ کھلی منڈیوں میں بیچنا، زندہ دفن کر دینا، خفا ہو جاتے تو نہ صرف گھر سے نکال دیتے بلکہ بیچ دیتے یا کسی نوکر یا خادم کو بخش دیتے جس طرح گھر میں ایک فرنیچر

قالین یا دوسری کسی استعمال کی چیز کی حیثیت ہے خواتین کی حثیت اسی طرح تقریباً پورے معاشرے میں تھی۔

ہندوستان کی تہذیب کے متعلق سنتے چلے آ رہے ہیں کہ آج بھی خاوند مر جائے تو بیوی کو اس کے ساتھ آگ میں جلا دو عجیب بات ہے اس نے کیا قصور کیا؟ بیوی مر جائے تو خاوند کو کوئی تکلیف نہیں۔ خاوند مر جائے تو بیوی کو ساتھ جلا دو۔ اسی طرح باقی جتنے معاشرے تھے ان میں بھی یہی حال تھا۔ اور خود جزیرہ نمائے عرب میں تو دنیا بھر کی قباحتیں جمع ہو گئی تھیں حتیٰ کہ تمام مورخین یہ بات نقل فرماتے ہیں کہ اکثرو بیشتر آٹھ آٹھ 'دس دس' بارہ بارہ 'پندرہ پندرہ بیویاں روساء کی ہوتی تھیں جب وہ مرتے تھے تو جس طرح ان کا سونا چاندی یا مال و زر یا جانور یا گھر مکان حویلیاں کرے یا زمین باغ اولاد میں تقسیم ہوتے تھے اسی طرح باپ کی بیویاں بھی وہ بیٹے آپس میں بانٹ لیتے تھے انہیں جائیداد اور ترکے کا حصہ سمجھا جاتا تھا انسانیت کا حصہ نہیں اور اس قدر برا حال تھا کہ یہ جو بچیوں کو زندہ گاڑنے کی رسم چلی تھی اس کے پیچھے صرف سفارت قلبی نہیں تھی کہ باپ بڑے سخت دل ہوتے تھے۔ اسی لیے نہیں تھی بلکہ اس کے پیچھے اصل محرک یہ تھا کہ خاتون کو اس قدر رسوائیوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا کہ بعض لوگوں نے کسی بیٹی کا باپ بننے کی بجائے بیٹی کو زندہ دفن کر دینا مناسب سمجھا۔ اسقدر تکلیف دہ ماحول تھا اور اس قدر مشکل زندگی تھی۔ اسلام نے سب سے پہلے یہ اعلان فرمایا کہ مرد و عورت دونوں اللہ کی مخلوق ہیں۔ دونوں برابر مکلف ہیں دونوں کے اپنے اپنے حقوق ہیں دونوں کے اپنے اپنے فرائض ہیں جس طرح جسمانی تخلیق میں فرق ہے اس اعتبار سے ان کی ذمہ داریوں میں فرق ہے اسی اعتبار سے ان کے حقوق میں فرق ہے۔ لیکن جہاں تک حقوق اور ذمہ داریوں کی اہمیت کا تعلق ہے اس میں کوئی فرق نہیں۔ جس طرح آپ کے پاس بہت سے شعبے ہیں تو مختلف لوگوں کو آپ مختلف شعبوں پہ لگا دیتے ہیں ان کی استعداد کار دیکھ کر لیکن جہاں تک ذمہ داری کا تعلق ہے ایک

دروازے پہ بیٹھنے والے چوکیدار سے لے کر سب سے اونچی کرسی پر بیٹھنے والے فرد تک وہ سارے ذمہ دار ہوتے ہیں فرائض میں فرق ہے اسی طرح سارے اپنی اپنی تنخواہ پاتے ہیں اس کے کام کے اعتبار سے مدارج میں فرق ہے یہی حال افراد انسانیت کا ہے۔

تو اللہ رب العزت نے مردوں کے لیے خواتین کے لیے حقوق اور فرائض کا تعین فرما کر دونوں کو برابر مکلف قرار دے دیا۔ دونوں کو عبادت کی سعادت نصیب فرمائی دونوں کو اپنے قرب کے ذرائع بتائے اور اس کی نوید سنائی اور سزا اور جزا کا اطلاق دونوں پر برابر کیا۔ گیا تو اس سوال کا جواب رب کریم نے اس آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا کہ۔

ان المسلمین والمسلمت ۔ کہ بے شک قبول کرنے والے مرد ہوں یا خواتین۔ آج ہم نے مسلمان کی یہ ڈیفینیشن بنا لی ہے کہ جو کہہ دے میں مسلمان ہوں وہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ یہاں اسلام اپنے حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ لفظ اسلام کا معنی ہے یا مسلم کا معنی ہے تسلیم کرنے والا۔ مان لینے والا مسلم کا ترجمہ مولانا تھانویؒ نے دیا ہے کہ اسلام کے کام کرنے والے یعنی مسلم کا مطلب ہے اطاعت شعار تسلیم کر کے عمل کرنے والا فرمایا تسلیم کرنے والے مرد ہوں یا اطاعت کرنے والی خواتین ہوں اسی طرح والمومنین والمومنت اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر یقین کر لینے کو ایمان کہتے ہیں جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لائے اللہ پاک کی طرف سے کتاب' اللہ کی ذات کے بارے عقائد' اس کی صفات کے بارے عقائد' فرشتوں کی خبر' آخرت کی خبر' حیات بعد الموت' بعثت جنت و دوزخ' عذاب و ثواب' یہ جتنی باتیں نبی کریمؐ نے ارشاد فرمائیں ان پر اس لیے یقین کر لینا کہ یہ اللہ کے رسول نے خبر دی ہے۔ اسے ایمان کہتے ہیں فرمایا ایمان میں مرد اور خاتون برابر ہیں مرد ایمان لائے یا خاتون ایمان لائے دونوں کو یہ کمال حاصل ہو سکتا ہے لیکن یہاں آ کر ترتیب بدل دی گئی ہے ایمان کو اطاعت

کے بعد ارشاد فرمایا۔

عموماً عمل کے ساتھ جو نسبت ہوتی ہے ایمان کو پورے قرآن حکیم میں ایمان اور اس کے بعد عمل امنو وعملو الصلحت۔ پورا قرآن حکیم۔ عمل صالح اور ایمان کی نسبت ایسی ہے کہ ایمان لانے کے بعد عمل صالح کا حکم ہے اس لیے کہ عمل ہوتا ہی تب صالح ہے اس میں صلاحیت پیدا ہی تب ہوتی ہے جب اس کا محرک ایمان اور یقین ہو یعنی ایک کام ایک آدمی ایمان و یقین کے ساتھ کرتا ہے عبادت قرار پاتا ہے وہی کام وہی کرتا ہے لیکن وہ آدمی ایمان نہیں رکھتا وہ مومن نہیں ہے اسے اللہ پر یا آخرت پر یقین نہیں یہ کام عبادت نہیں بنتا مثلاً راستے میں کسی نے پانی کی سبیل لگا لی اب مومن نے لگوائی اور کافر نے لگوائی تو کام تو ایک جیسا ہے کافر پئیں گے لوگ سیراب ہوں گے لیکن کافر کا اللہ کے ساتھ ایمان نہیں ہے آخرت پر یقین نہیں ہے نبیؐ کی ذات پر ایمان نہیں ہے اس لیے اس کا صدقہ اور عبادت نہیں بنے گی جن چیزوں کو وہ مانتا ہے ان میں سے کسی کے لیے اس نے لگائی ہو گی یا کسی دنیوی غرض کے لیے یا شہرت کے لیے یا کسی کاروبار کے لیے اس کا سارا تعلق جو ہے دنیاوی امور سے ہے آخرت کو مانتا ہی نہیں۔ اللہ پر اس کا یقین ہی نہیں تو پھر وہ اطاعت کیسے کرے گا۔ حالانکہ کام تو وہی تھا جسے ایمان نصیب ہے وہ کام کرے گا تو اس میں عظمت الٰہی آخرت کے ثواب عذاب سے نجات کا کوئی پہلو اور خیر کا کوئی پہلو اس میں ہو گا اس لیے وہی کام ایمان کے ساتھ عبادت قرار پا جائے گا۔ اس لیے عمل صالح کو ایمان کے بعد ذکر فرمایا امنو وعملو الصلحت۔ عمل میں صلاحیت کی شرط ایمان ہے مگر ایمان کی بنیاد اطاعت پر ہے بڑی عجیب بات ہے کہ کوئی شخص جو تابعداری اور اطاعت نہیں کرنا چاہتا وہ یقین کی دولت سے بھی محروم رہتا ہے اگر ساری زندگی اس کی یہ خواہش ہو کہ میں جو چاہوں کروں مجھ پر کسی طرح کی کوئی پابندی نہ آئے مجھے نبی کریمؐ کے احکام کا پابند ہونے کی ضرورت نہیں جو جی میں آئے کرتا رہوں تو یہ وہ حالت ہے کہ اس حال میں کبھی یقین میں پختگی پیدا ہوتی ہی نہیں یعنی ایمان کامل نہیں ہوتا اس لیے یہاں تسلیم کرنے کو اور اسلام کو ایمان سے مقدم ذکر فرما دیا۔ جب یہ طلب دل میں آ جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں پھر وہ کر سکے یا نہ کر سکے یہ طلب اس کے یقین میں قوت پیدا کر دیتی ہے۔ ایمان میں۔ اور ایمان کی قوت توفیق عمل ارزاں کر دیتی ہے اس لیے یہاں اس جذبہ تسلیم کو ایمان پر مقدم ارشاد فرمایا اور اس میں مرد ہو یا خاتون برابر ہیں۔ ایمان جب اپنی قوت سے اپنی حیثیت سے نصیب ہوتا ہے تو وہ پابند بنا دیتا ہے۔ ان نظریات کا جن پر ایمان ہے ارشاد فرمایا ایسے مرد جو کوشش کر کے، محنت کر کے، ہمت کر کے اللہ کی اطاعت پر جم جائیں اور نافرمانی سے بچیں یہی درجہ خواتین کو بھی حاصل ہو سکتا ہے جس طرح اسلام میں مرد کو حیثیت حاصل ہے عورت بھی اسلام میں وہ مقام پا سکتی ہے۔ ایمان جس طرح مرد کو نصیب ہوتا ہے اسی طرح خاتون کو نصیب ہو سکتا ہے جس طرح مرد کے ایمان پر اطاعت کا پھل لگتا ہے اسی طرح خاتون کے یقین پر اطاعت کا پھل لگتا ہے۔

والصدقین والصدقت۔ اور اطاعت الٰہی راست بازی عطا کر دیتی ہے۔ آدمی کھرا ہو جاتا ہے یعنی جب اس نے عمل ہی وہ کرنا ہے جس کا حکم اسے اللہ کی طرف سے ہے جس کی اجازت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دی وہ کرنا ہی نہیں ہے تو پھر اسے کسی ہیرا پھیری کی ضرورت نہیں ہے۔ راست بازی آ جاتی ہے اس کے قول میں بھی اس کے فعل میں بھی اس کے کردار میں بھی اس کے بول چال میں بھی اس کے تعلقات میں بھی۔ فرمایا اس منزل پر جس طرح صادقین مرد ہو سکتے ہیں اس طرح صادقات خواتین کے بھی ہو سکتی ہیں۔ اور راست بازی سے آگے جو درجہ نصیب ہوتا ہے۔ وہ ہے۔

والصبرین والصبرت۔ پھر ایک قوت نصیب ہو

جاتی ہے جو گناہ سے اور نافرمانی سے روک دیتی ہے جس طرح آپ کسی گھوڑے کی باگ کھینچ لیتے ہیں کسی چلنے والی چیز کو بالا ارادہ یا کوشش سے روکتے ہیں یا گاڑی کی آپ فل بریک دبا دیتے ہیں جیسے وہ رک جاتی ہے اسے صبر کہتے ہیں یعنی کسی بھی چیز کو جدھر وہ جا رہی ہے وہاں سے بالا ارادہ یا ہمت سے یا اسے مجبور کر کے روک دیا جائے۔ یہ لغوی معنی ہے صبر کا اور شریعت میں' اصطلاح شریعت میں صبر کہتے ہیں گناہ سے رک جانے کو۔ ہم نے عام مفہوم میں یہ لے لیا ہے کہ کوئی نقصان ہو جائے شور نہ کرو۔ تو یہ صبر ہے۔ یہ ایک پہلو ہے صبر کا۔ کہ جزع فزع نہ کرے شکایت نہ کرے۔ قوت برداشت پیدا کرے۔ صبر کا حقیقی معنی یہ ہے کہ خطا سے نافرمانی سے' گناہ سے اس طرح رک جائے جس طرح کوئی باگ کھینچ کر جانور کو روک لیتا ہے اس طرح اپنے آپ کو اپنے نفس کو اپنی خواہشات کو اس طرح سے روک سکے اور فرمایا یہ راست باز لوگ مرد ہوں یا خواتین پھر ان کو یہ قوت نصیب ہو جاتی ہے اکیلے مردوں کے لیے نہیں۔ جب یہ درجہ نصیب ہو جائے تو پھر دل کی کیفیت بدلتی ہے۔

اسے کہتے ہیں خشوع تو اسے ایک حضور سا حاصل ہو جاتا ہے جب اس قدر نافرمانی سے رک جائے تو اللہ کریم اسے محروم نہیں فرماتے اگرچہ ہر جگہ موجود ہے لیکن انسان کو احساس نہیں ہوتا جسے یہ نعمت صبر نصیب ہو جائے اسے پھر یہ احساس ہونا شروع ہو جاتا ہے کہ میرا مالک میرے پاس موجود ہے میں اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو جو کام اس کیفیت سے کیا جائے کہ اللہ کریم مجھے دیکھ رہے ہیں یا میں اللہ کریم کے روبرو یہ کام کر رہا ہوں اس میں جو کیفیت ہو گی عظمت الٰہی کی' احترام الٰہی کی' محبت الٰہی کی' وہ جو حالت دل میں ہو گی' کام کرتے ہوئے جس طرح کوئی

ملازم کسی مالک کے سامنے اس کے میز کی صفائی کرتا ہے اس کے سامنے ناشتہ لا کر رکھتا ہے اس گھر میں وہ سارا دن کام کرتا رہتا ہے مالک نہیں ہوتا تو بھی بڑی احتیاط سے کام کرتا ہے کرسی کو جھاڑتا ہے فرش کو صاف کرتا ہے برتنوں کو دھوتا ہے توڑنے کے لیے تو نہیں کرتا احتیاط تو وہ کرتا ہے لیکن اگر مالک سامنے بیٹھا ہو اور پھر وہ کام کر رہا ہو تو اس کے دل میں بھی ایک حال ہوتا ہے ویسے صرف اعضاء پر مالک کی حکومت ہوتی ہے کہ یہ ہم مالک کے لیے کرتا ہے۔ نہیں کروں گا تو خفا ہو گا۔ لیکن جب وہ پاس بیٹھا ہو تو اس کے دل میں بھی ایک حالت ہوتی ہے اور وہ مالک کو خوش دیکھتا ہے تو اسے تنخواہ کے علاوہ ایک مسرت نصیب ہو رہی ہوتی ہے جس کا کوئی پیمانہ نہیں۔ خشوع اس کیفیت کو کہتے ہیں جب بندے کو حضور الٰہی حاصل ہو جائے اور محض ادھوری مزدوری نہ کر رہا ہو بلکہ اللہ کریم کے روبرو کام کر رہا ہو تو اجر و ثواب تو الگ اپنی جگہ پر ہے یہ حضوری کی جو کیفیت یا جو لذت ہے یہ اپنا الگ مقام رکھتی ہے تو فرمایا یہ مقام والخشعین والخشعت جس طرح مردوں کے لیے ہے اسی طرح خواتین کے لیے ہے خشوع حاصل کرنے والے مرد خشوع حاصل کرنے والی خواتین۔ جب آدمی کو یہ درجہ نصیب ہوتا ہے تو پھر وہ اس میں استغنی پیدا ہو جاتا ہے۔ آپ کسی مالک کے دو ملازموں کو دیکھیں۔ ایک سے وہ چوکیداری کا' یا باہر کا یا صحن کا کام لیتا ہے ایک کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ گاڑی میں بٹھائے تو وہ ساتھ ہے سفر پر جا رہا ہے وہ ساتھ ہے۔ دوست سے ملنے گیا وہ ساتھ ہے۔ گھر میں آیا وہ ساتھ ہے۔ جوتا پکڑا ہوا' ٹوپی لے لو' یہ کرو وہ کرو۔ دونوں کی حالت کو آپ دیکھیں آپ کو یقیناً ایک واضح فرق نظر آئے گا۔ کہ وہ جو باہر کی ڈیوٹی پر ہے وہ گری پڑی چیزیں بھی اٹھالے گا بچے ہوئے روٹی کے

ٹکڑے بھی اٹھالے گا۔ کوئی کپڑا پرانا مل جائے جو چیز اسے ملے گی وہ لے لے گا اس کی کوشش ہو گی جو مل سکے اپنے لیے پیدا کرے یہ جو ہر وقت کا حضوری کا ہے اسے جو ملے گا کسی نہ کسی کو دیتا جائے گا اسے میں کیا کروں گا میرے پاس تو مالک ہے اس پرانے جوتے کو اٹھا کر کیا کروں گا۔ مجھے چاہیے ہو گا تو پھر

مل جائے گا۔ یہ دونوں حالتوں میں فرق ہو جاتا ہے ملازم دونوں ایک ہی کے ہے اگر وہ مہمان ہے تو دونوں کے ساتھ ہے تنخواہ دونوں کو دیتا ہے لیکن جو اس کے برتاؤ اور اس کے قرب اور اس سے دوری کی وجہ سے سوچ میں ایک بنیادی فرق آ جاتا ہے وہ دور رہنے والا ہے وہ بمشکل اگر کوئی چیز اسے ملے گی تو وہ بمشکل اپنے لیے جمع کرے گا۔ اپنے گھر کے لیے یہ جو ساتھ رہنے والا ہے اسے فکر ہی نہیں ہو گی مجھے کیا فکر ہے گھر میں نہیں ہو گا تو پھر مالک ساتھ ہے خود دیکھ رہا ہے آج ان کے گھر میں کھانا نہیں ہے۔ بجھوا دے گا۔ اسے کسی نے نہیں دیکھنا اسے پتہ ہے لے کر جاؤں گا تو کھاؤں گا۔

یہی حال خشوع کے بعد انسان کا اللہ کے ساتھ ہو جاتا ہے اگر خشوع نصیب نہ ہو تو ساری زندگی عبادت بھی کسی لالچ کے بغیر نہیں ہوتی کہ نماز پڑھیں تو یہ فائدہ ہو گا اور یہ نصیب ہو جائے تو جو کچھ پاس ہو وہ بھی لٹانے کو دل کرتا ہے کہ کون سی کمی ہے ہمیں تو مل ہی رہا ہے اور کسی کو بھی دو۔ اسے کہتے ہیں المتصدقین والمتصدقت۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ علوم طور پر میں لوگ اسقدر فیاض نہیں ہوتے۔ دس دس سال ایک طالب علم کو پڑھاتے رہتے ہیں اس کے باوجود بعض چیزیں بتانے سے گریز کرتے ہیں۔ جو کچھ میں جانتا ہوں یہ بھی جان لے گا تو میرے برابر ہو جائے گا۔

نیروبی میں ایک مولانا صاحب بتا رہے تھے کہ میں نے ایک دوست سے کہا جس کے پاس بچے پڑھنے آتے تھے کہ آپ کے پاس بڑا وقت ہے آپ ان پر محنت کریں کہ یہ اس قابل ہو جائیں کہ یہاں لوگوں کو کچھ بتا سکیں۔ کچھ سمجھا سکیں۔ وہ کہنے لگا۔ کہ اگر یہ اس قابل ہو گئے تو پھر ہمیں تنخواہ کون دے گا جیسے چل رہے ہیں انہیں ویسے رہنے دو۔ یہ سوچ ہے ایسے آدمی کی جو مسجد میں بیٹھاہوا دین پڑھا رہا ہے قرآن پڑھا رہا ہے ترجمہ پڑھا رہا ہے پھر بھی وہ سوچ رہا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ میری ضرورت ہی نہ رہے۔

لیکن اگر یہی شخص صاحب حال ہوتا تو جو کچھ اس کے سینے میں تھا وہ کوشش کرتا کہ وہ سارے کا سرا ان کے سینے میں منتقل کر دے یعنی آپ کسی صوفی کو اس حال میں نہیں پائیں گے کہ اسے جو کچھ ہے وہ کسی شاگرد کو یا کسی دوسرے کو منتقل نہ کرے۔ بلکہ اس کی طلب یہ ہو گی کہ جتنا زیادہ سے زیادہ لے لے اس لیے کہ اسے حضوری حاصل ہوتا ہے اور یہ جو باہر کا ملازم ہے اس کی اپنی ہوس ختم نہیں ہوتی اور اسے ہوس کی ضرورت نہیں ہے تو اس خشوع سے یہ جذبہ تصدق کرنے کا' لٹانے کا بے غرضی کا اور مخلوق سے بے نیازی کا پیدا ہو جاتا ہے۔ کچھ دینے کو جی چاہتا ہے کچھ لینے کی بات نہیں ہوتی لینے کے لیے جب اللہ کی بارگاہ موجود ہے تو پھر کیا ضرورت اسے کسی کی۔ فرمایا یہ اتنا بلند مقام صرف مرد کے لیے نہیں ہے مردوں کے لیے بھی ہے خواتین کے لیے بھی ہے۔

والصائمین والصمت۔ صوم اصطلاح شریعت میں روزہ رکھنے کو کہتے ہیں لیکن روزے کی تشریح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی وہ آنکھ کا' کان کا' زبان کا' دماغ کا' دل کا' اعضاء و جوارح کا روزہ مراد ہوتا ہے یعنی کوئی عضو بدن نافرمانی کی طرف نہ بڑھے۔ تشنگی برداشت کرے جیسے روزے میں پیاس لگتی ہے تو افطار تک پانی نہیں پیتا بھوک لگتی ہے تو افطار تک کھانا نہیں کھاتا اسی طرح جائز وسائل سے نہ مل سکے تو ناجائز وسائل سے موٹا لباس پہننے کی بجائے سردی برداشت کر لے یا پیٹ بھرنے کے لیے جائز وسائل سے نہیں ملا تو حرام کھانے کی بجائے بھوک برداشت کرے۔ یہ سارا اس صوم میں آئے گا کہ اطاعت کو نہ چھوڑے اس پر مشقت برداشت کر لے فرمایا یہ مقام مرد کے لیے بھی ہے خاتون کے لیے بھی ہے۔

والحفظین فروجھم والحفظت۔ اپنے حیا کی حفاظت۔ تب جا کر یہ جرات پیدا ہوتی ہے کہ آدمی کو اللہ کی طرف سے یہ قوت عطا ہو جائے کہ اپنے حیا کی حفاظت کر سکے۔ فرمایا یہ مردوں کے لیے بھی ہے خواتین کے لیے بھی ہے اور یہ سب تسلیم جز ہے' ایمان تنا ہے

اطاعت و فرمانبرداری اس کے پتے پھول اور کلیاں ہیں خشوع اس کے پھول اور یہ تصدق اس کی کلیاں ہیں اگر تو اس سب کے بعد اس پر ایک پھل بھی لگتا ہے درخت کو آپ لے لیں تو جڑ ہے تنا ہے۔ پتے ہیں شاخیں ہیں غنچے ہیں پھول ہیں اس سب کے بعد ایک پھل بھی لگتا ہے اور پھل ہی وہ سارا درخت ہوتا ہے یعنی اسی پھل میں یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ اس چھوٹے سے دانے میں بے شمار مٹھاس لٹانے کے بعد جو گھوٹھلی نکلتی ہے اس میں وہ پورا درخت بھی بند ہوتا ہے جس درخت کا وہ پھل ہے سارا اسی میں ہوتا ہے پھر وہ گٹھلی دبا دیں تو پھر ایک پورا درخت کھڑا ہو جاتا ہے فرمایا ان تمام نعمتوں پر جو پھل لگتا ہے وہ ذکر الٰہی ہے اور فرمایا والذاکرین کرین اللہ کثیرا والذکرات۔ کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد، کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والی خواتین کو اس نعمت سے بھی محروم نہیں رکھا جو سب سے آخری سب سے بلند مقام ہے۔

وہ مردوں کے لیے، خواتین کے لیے بھی ہے اور یہ سارے مدارج قرب الٰہی کے اور ولدیت کے ہیں بعد از نبوت۔

حتیٰ کہ نبوت کے بعد اعلیٰ ترین مقام صحابیت ہے صحابیت مردوں کو بھی نصیب ہوئی خواتین کو بھی نصیب ہوئی۔ اعداللہ لھم مغفرۃ واجرا عظیما اگر یہ نعمتیں کسی کو نصیب ہو جائیں تو بحیثیت انسان اس سے خطا ہو جائے تو اللہ کی بخشش کافی ہے اور اسے عطا کرنے کے لیے اللہ کی نعمتوں کا کوئی شمار ہی نہیں ہے اجر عظیم موجود ہے۔

تو اس آیت کریمہ نے سب سے پہلے پوری انسانیت میں اس ضابطے کی بنیاد رکھی کہ خاتون بھی انسان ہیں اس کے انسانی حقوق ہیں اس کے فرائض اور ذمہ داریاں ہیں اور آج بھی انسان جب انسانی تہذیب کی ترقی پہ ناز کرتا ہے تو یہ ترقی کرتے کرتے پھر اس مقام پر آ پہنچا ہے کہ خاتون کو ایک فرد بنا دیا گیا ہے اس کی عظمت جو بحیثیت خاتون کے تھی وہ ختم کر دی جو اسے احترام، جو عظمت، خصوصیت اسلام نے عطا کی تھی بحیثیت ماں کے، بحیثیت بیٹی کے، وہ اس سے چھین کر اسے محض ایک کولہو کا بیل بنا دیا گیا اور فطری طور پر جو ذمہ داریاں رب کریم نے تقسیم کر کے خاتون کے ذمہ کر دی تھیں وہ تو اس سے اب کوئی بانٹ نہیں سکتا مردوں نے اپنے حصے کا بوجھ اس پر لاد دیا اور اسے یہ دھوکا دیا کہ یہ مساوات ہے۔ مساوات تو تب تھی کہ اس کی جو ذمہ داریاں ہیں اس میں سے کوئی حصہ بٹا لیتا۔ اپنے حصے کا بوجھ خاتون پر لاد کر خوش کر دیا کہ یہ مساوات ہے اور رسوائی میں یہاں تک لے گئی یہ موجودہ تہذیب، کہ ماچس کی ڈبیا بیچنی ہو تو اس پر کسی خاتون کا فوٹو کھینچتے ہیں یعنی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز ٹکے کی چیز بھی بیچنی ہو تو کسی خاتون کا فوٹو چھاپ کر اسے بیچیں گے۔ پھر اسے اشتہار بنا دیا اور اس سارے کو جدید تہذیب کہتی ہے کہ یہ مساوات ہے! اور یہ عقل کی اندھی عورتیں کہتی ہیں کہ ہمیں وہ درجہ چاہیے جو یہ تہذیب دے رہی ہے۔

اور وہ مقام عالی، وہ عزت، وہ وقار اور حقیقی مقام مرتبت نہ ظہور اسلام سے پہلے اور نہ ظہور اسلام کے بعد کسی تہذیب نے دیا۔

رب جلیل نے اس آیت کریمہ میں یہ تفصیل ارشاد فرما دی کہ خواتین انسانیت کا حصہ ہیں۔ جس طرح مرد پر فرائض ہیں اس کی اپنی ذمہ داریاں ہیں اسی طرح خواتین کی اپنی ذمہ داریاں ہیں جس طرح مرد کے حقوق ہیں اسی طرح خواتین کے حقوق ہیں ہمارے معاشرے میں اسلام کے نام پر بہترا استحصال ہوتا ہے۔ مرد کے حقوق کو تو بڑا اچھالا جاتا ہے لیکن یہ نہیں بتایا جاتا کہ اس کے ساتھ خواتین کے حقوق مرد پر بھی ہیں۔ ایک طرف تو بڑا زور لگایا جاتا ہے دوسری طرف کوئی نہیں پوچھتا اللہ کریم توفیق اطاعت نصیب فرمائیں قرآن حکیم کو سمجھنے کی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

عزم

کفار کی خیرات سے کب تک جئیں گے ہم
اب اپنے وسائل پہ اکتفا کریں گے ہم
گر بھوک سے مر جائیں تو پرواہ نہیں ہم کو
یہ عہد کرو کچھ نہ درآمد کریں گے ہم
اپنے وطن میں ہم کو غلامی نہیں قبول
اب کفر کو پابندِ سلاسل کریں گے ہم
کب تک جھکے رہیں گے غیروں کے سامنے
اب بس فقط خدا کے آگے جھکیں گے ہم
انگریز کا نظام بنا ہے گلے کا طوق
اسلام کے نظام کو نافذ کریں گے ہم
سیاہی دلوں کی دور تو ہو گی جناب من
جب ذکر کے چراغ کو روشن کریں گے ہم
حضرتؒ نے جو چراغ جلا کر دیا ہمیں
دنیا کو اس چراغ سے روشن کریں گے ہم
زندہ کریں گے اپنی روایات کو رضیؔ
مانگی ہوئی تہذیب کو رخصت کریں گے ہم

رضوان علی رضیؔ
واہ سیمنٹ ورکس

پروگرام

(۱۹۹۱ء) - ۱۲ - ۱۴۱۱ھ

اپریل (رمضان۔ شوال)	۷، سے اعتکاف (دارالعرفان)
	۴/۲۴، بدھ۔ حاضری مرشد آباد۔ رات کا قیام
	۲۵، جمعرات۔ ماہانہ اجتماع دارالعرفان
مئی (شوال۔ ذیقعد)	۲۳، جمعرات۔ ماہانہ اجتماع۔ دارالعرفان
جون (ذیقعد۔ ذوالحج)	۲۶، بدھ۔ حاضری مرشد آباد۔ رات کا قیام
	۲۷، جمعرات۔ ماہانہ اجتماع۔ دارالعرفان
جولائی (ذوالحج۔ محرم ۱۴۱۲ھ)	۱۱، جولائی سے ۱۶، اگست (۳۷ دن) سالانہ اجتماع دارالعرفان
اگست (محرم۔ صفر)	۱۴، اگست حاضری مرشد آباد۔ روانگی از دارالعرفان فجر۔ واپسی عصر تک)
	۲۲، جمعرات۔ ماہانہ اجتماع۔ دارالعرفان
ستمبر (صفر۔ ربیع الاوّل)	۲۶، چوتھی جمعرات۔ ماہانہ اجتماع۔ دارالعرفان
اکتوبر (ربیع الاوّل۔ ثانی)	۳، جمعرات۔ ۴ جمعہ۔ اجتماع لنگر مخدوم
	۲۳، اکتوبر۔ بدھ۔ حاضری مرشد آباد۔ رات قیام
	۲۴، جمعرات۔ ماہانہ اجتماع۔ دارالعرفان
نومبر (ربیع الثانی۔ جمادی الاوّل)	۲۸، جمعرات (ماہانہ اجتماع۔ دارالعرفان)
دسمبر (جمادی الاوّل۔ ثانی)	۲۶، جمعرات (ماہانہ اجتماع۔ دارالعرفان)

نوٹ: موسم سرما کی حاضری میں احباب اپنے بستر کے بندوبست کے ساتھ دارالعرفان تشریف لاویں۔

ناظم اعلیٰ

نسبتِ اویسیہ کا مقام

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

ہر سلسلے کا اپنا ایک طریقہ ہے جس کی اللہ کریم نے اجازت دی ہے اللہ رب العزت نے مطلق ذکر کا حکم دیا ہے اور اس پہ کوئی قید نہیں لگائی گئی کوئی خاص صورت متعین نہیں فرمائی گئی جس طرح نماز روزے کی ہے۔ تو حد و شرعی کے اندر رہ کر جو بھی طریقہ اختیار کیا جائے اس کی اجازت موجود ہے۔ اس میں سلسلہ عالیہ کا جو طریقہ ذکر ہے وہ قلبی طور پہ کیا جاتا ہے سانس تیزی سے لینے کا یا وجود کی حرکت کا یا دماغی سوچ کا اپنا اپنا اس میں کردار ہے۔ ہر سانس میں یہ سوچا جاتا ہے کہ اندر جانے والا سانس اپنے ساتھ لفظ اللہ کو دل کی گہرائی تک لے کر جا رہا ہے جب باہر خارج ہوتا ہے تو ہو کی چوٹ لطیفہ قلب پہ پڑتی ہے یا اس کے بعد دوسرے تیسرے چوتھے لطائف پہ۔ اس میں تسلسل شرط ہے کہ سانس نہ ٹوٹنے پائے۔ آدمی بات نہ کرے زبان نہ کھولے۔ زبان بند ہو آنکھیں بند ہوں۔ تو مسلسل ذکر سے جو حدت اور روشنی پیدا ہوتی ہے۔ جب دوسرے لطیفے پہ جاتا ہے تو اس گرمی کو اس روشنی کو ساتھ لے کر جاتا ہے۔ وہاں پہ ذکر کرنے سے اس میں مزید قوت پیدا ہوتی ہے تو اسے ساتھ لے کر تیسرے لطیفے پہ لے جاتا ہے چوتھے' پانچویں' چھٹے 'ساتویں لطیفے پہ اندر جانے والا سانس اپنے ساتھ لفظ اللہ کو ساتھ لے کر جاتا ہے لیکن جب وہ خارج ہوتا ہے تو بدن کے ہر ریشے سے ہو نکلتی ہے شعلہ بن جاتا ہے پورے بدن کا۔

ساتوں لطائف پہ ذکر کرنے کے بعد پھر اس ساری قوت کو پہلے لطیفے پہ قلب پہ واپس لایا جاتا ہے جو قلب سے شروع ہو کر دوسرا تیسرا چوتھا' پانچواں' چھٹا ساتواں لطیفہ کرنے تک سات گنا بڑھ چکی تھی اس ساری گرمی کو' روشنی کو' پھر قلب پہ لایا جاتا ہے۔ اور مراقبے کی ابتداء یہ ہوتی ہے کہ تیزی سے سانس لینا چھوڑ کر یہ خیال کیا جائے اس طرف توجہ کی جائے کہ جو حدت اور جو گرمی ذکر الہی سے پیدا ہوئی تھی اس نے اس خاکی وجود کو جلا دیا یہ مٹی کا ایک ڈھیر تھا جل کر خاک سیاہ ہوا اور صرف اور صرف قلب میں حیات رہ گئی جس کی ہر دھڑکن میں اس سے لفظ اللہ' اٹھتا ہے اور ہو کی ٹکر جا کر عرش عظیم سے لگتی ہے اللہ قلب سے اٹھتی ہے اور ہو عرش عظیم تک جاتی ہے جب قلب پہ یہ خیال کیا جاتا ہے یہ مراقبہ کیا جاتا ہے تو قلب کے انوار جمع ہو کر اس ہو کے ساتھ یا آدمی کے اس سوچ و فکر کے ساتھ جب وہ عرش کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو قلب سے وہ روشنی بلند ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ جو بڑھتے بڑھتے عرش عظیم تک پہنچ جاتی ہے قلب سے اللہ اور ہو عرش عظیم تک قلب سے عرش عظیم تک سفید اور روشن انوارات کی ایک سڑک سی بن جاتی ہے راستہ بن جاتا ہے۔ ایک رسی بن جاتی ہے سیڑھی بن جاتی ہے۔ اسے اصطلاح میں رابطہ کہتے ہیں۔ ساتوں لطائف کرنے کے بعد جو مراقبہ کیا جاتا ہے تو اس کی غرض یہی رابطہ استوار کرنا ہوتا ہے۔ جب قلب کا

رابطہ عرش عظیم سے ہو جائے تو پھر توجہ دی جاتی ہے کہ روح اس رابطے میں سفر کرے اور احدیت تک پہنچے احدیت عرش عظیم کا دروازہ ہے۔

صوفیاء کے نزدیک آسمانوں کا فاصلہ زمین سے چودہ ہزار سال کا ہے یہ ہزاروں سال جو شمار ہوتے ہیں یہ روح کی رفتار سے شمار ہوتے ہیں ورنہ تو روشنی کی رفتار سے اس سے کروڑوں گنا زیادہ شمار ہوتے ہیں جسے نوری سال کہتے ہیں۔ نوری سال روشنی کی رفتار سے ایک دن میں جتنا سفر روشنی کرتی ہے اس طرح سے وہ شمار ہوتے ہیں۔ تو جو سماوی میں بعض سیارے ایسے ہیں جو لاکھوں نوری سال کے فاصلے پر زمین سے دور ہیں تو اس اعتبار سے تو آسمان کا فاصلہ اللہ جانے کتنا ہو گا لیکن جو رفتار روح کے سفر کی ہوتی ہے مجرد روح میں جو استطاعت ہے سفر کے کرنے کی اگر اس سے شمار کیا جائے تو چودہ ہزار سال کا راستہ آسمان بنتا ہے اور مقام احدیت اس رفتار سے پچاس ہزار سال کا راستہ بنتا ہے یعنی آسمان سے چھتیس ہزار سالہ راستہ اور بلندی پر ہے اور یہ فاصلہ روح کی رفتار سے ناپا جاتا ہے۔

لیکن ذکر الٰہی سے جو روشنی اور گرمی پیدا ہوتی ہے اور اس سے روح کو جو قوت پرواز ملتی ہے اس میں کمال یہ ہوتا ہے یا شیخ کی توجہ کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک توجہ میں وجود سے اسے مقام احدیت تک پہنچا دیتا ہے محققین فرماتے ہیں کہ کسی شخص کی صحبت میں اگر کسی ایک آدمی کو بھی مراقبہ احدیت نصیب ہو جائے تو اس سے مزید کسی کرامت کا طلب کرنا جہالت ہے یہ اتنا بڑا کام ہے کہ اس کے متعلق سوچنا بھی آسان نہیں کہ اتنے فاصلوں کو سمیٹ کر ایک لمحے یا ایک آن میں انہیں طے کر دیا جائے اور جہاں تک روح کو مراقبہ نصیب ہو جاتا ہے وہاں تک اس کی رفتار کا کوئی حساب یا کوئی حد یا کوئی شمار نہیں رہتا جیسے سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کے طلوع ہونے میں اور اس کی شعاعوں اور اس کی کرنوں کو زمین کے گوشوں کو منور کرنے میں کوئی وقت نہیں لگتا کوئی لمحہ تاخیر نہیں ہوتی جیسے سورج سامنے آتا ہے ویسے ہی دھوپ زمین پہ پہنچ جاتی ہے اسی طرح سے روح جن مراقبات کو پالیتی ہے ان کے لیے اسے کوئی وقت درکار نہیں ہوتا جیسے آپ متوجہ ہوتے ہیں تو وہ آخری منازل تک پہنچ جاتی ہے۔ یہ ہوتی ہے ابتداء عالم امر کی طرف روح کے سفر کی عالم امر کے ساتھ روح کے رابطے کی اپنے اصل کو پہنچنے کے لیے اپنے آپ کو پانے کے لیے اپنے ان کمالات کو جو روح کی خصوصیات ہیں انہیں مضبوط کرنے کے لیے یا انہیں باقی رکھنے کے لیے یہ سفر روح کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح اس سے آگے اس سے اوپر معیت' اقربیت یہ منازل مراقبات ثلاثہ دوئر محبت یا پھر اس کے بعد کے مراقبات حتی کے فنا بقا سے گزر کر سالک المجذوبی پر جب کوئی پہنچتا ہے تو سالک المجذوبی کی سات منازل میں کوئی سوا لاکھ کے قریب نورانی حجابات ہیں جن کی فراخی یا وسعت یا موٹائی سے اللہ کریم ہی واقف ہیں۔ لیکن یہ اللہ کا احسان ہوتا ہے اور کمال ہوتا ہے شیخ کی توجہ میں تو آنا فانا ان سے روح گذرتی چلی جاتی ہے۔ پہلی بار پہنچنے کے لیے اس کچھ وقت کچھ محنت' کچھ مجاہدہ ضرور کرنا پڑتا ہے لیکن توجہ نصیب ہو تو بہت کم وقت بھی لگتا ہے اس کے بعد عرش کے منازل جب شروع ہوتے ہیں تو تقریبا اتنے ہی منازل پہلے عرش میں آتے ہیں کم و بیش سوا لاکھ کے قریب جن میں کہ ہر منزل کا فاصلہ ان فاصلوں سے زیادہ ہوتا ہے جو زمین سے احدیت تک کے ہیں اور پہلے عرش کے بعد خلا ہے پہلے اور دوسرے عرش کے درمیان میں جس کی موٹائی پہلے عرش کی موٹائی سے زیادہ ہے دوسرے عرش کی وسعت اس موٹائی سے زیادہ ہوتی ہے پھر دوسرے اور تیسرے عرش کے درمیان خلا ہے جو اس کی وسعت سے زیادہ ہوتا ہے اسی طرح ہر خلا بڑھتا چلا جاتا ہے ہر عرش کی موٹائی بڑھتی چلی جاتی ہے حتی کہ نو عرش اس ترتیب سے آتے ہیں۔ ع

آں کہ آمد نو فلک معراج او
انبیاء و اولیاء محتاج او

یہ راستہ وہی راستہ ہے جو شب معراج نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کے نقوش کف پا امین ہے۔ یہ بلند ہر عظمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش کف پا کی رہین منت ہے اور ہر استقامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اتباع سے مزین ہے۔ اور آپ کے نقش کف پا اس کے نشان منزل ہیں یہی وہ راستہ ہے جہاں کوئی بڑے سے بڑا کامل محض اپنے روحانی لطافتوں کے بل سے ان فضاؤں میں اگر اللہ کریم اسے لے جائیں تو جاتا ہے لیکن آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اطہر اس سے زیادہ لطافتوں کا امین تھا کہ جہاں انسانی ارواح کے لیے پہنچنا آسان بات نہیں الا ماشا اللہ اربوں کھربوں آبادی میں سے چند نفوس قدسیہ کو یہ منازل نصیب ہوتے ہیں تو ان بلندیوں سے بہت آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود عالی تشریف لے گیا جہاں فرشتے بھی دم نہ مار سکتے تھے انسانی ارواح بھی جن منازل کو نہیں پا سکتیں ان منازل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود اطہر نے طے فرمایا تو آپ لطافتوں کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وجود اطہر میں کس قدر لطافت کس قدر تزکیہ کس قدر پاکیزگی کس قدر نورانیت تھی۔ اور اللہ کی قدرت کا کیا کرشمہ تھا یہ سب حس انسانی بس اور انسانی شعور اور انسانی عقل اور انسانی علم اور انسانی ادراک کی رسائی سے بہت بالاتر ہے۔ ان وسعتوں میں جب یہ نو عرش ختم ہوتے ہیں تو عالم امر کا پہلا دائرہ شروع ہوتا ہے حالانکہ عرشوں کی وسعت ایسے ہے جیسے ہر عرش اس قدر وسیع ہوتا ہے جیسے اس کے نیچے کی ساری کائنات ایک انگوٹھی کی شکل میں ہو جیسے وسیع صحرا میں پھینک دیا جائے اس کی وسعتیں اس سے بے پناہ ہیں۔

اور جو شخص اللہ کے احسان سے یہ منازل طے کرتا ہوا عالم امر میں وارد ہو درحقیقت اس نے کوئی بڑا کمال نہیں کیا بلکہ وہ واپس بشکل اپنی جگہ پر پہنچا جہاں سے چلا تھا واپس وہاں پہنچا عالم امر میں داخلے سے اس کی ارواح میں وہ خصوصیات بحمداللہ آ جاتی ہیں جو روح کا خاصہ ہوتی ہیں ترقی اس سے آگے چلنے کا نام ہے۔

جن حضرات نے مراقبات فنا بقا کو انتہا کہا ہے ان کا بھی قصور نہیں ہے ان کی ساری عمر سارے مجاہدے ساری محنتیں انہیں وہیں تک پہنچا سکیں اور وہ وہیں رہ گئے لیکن حق یہ ہے کہ فنا بقا کے مراقبات جو ہیں ابتدا ہے۔

مشائخ نقشبندیہ نے یہ فرمایا تھا کہ اول یا آخر پر منتہی کہ سلسلہ جس کو انتہا بتاتا ہے وہ ہماری ابتداء ہے اسے ہم اب ج شمار کر کے چلتے ہیں اور آخر حبیب تمنا تھی اور ہماری انتہا یہ ہے کہ آدمی کے پاس مانگنے کے لیے کچھ نہیں رہتا سوال کرنے کی گنجائش نہیں رہتی کہ اسے اسکی سوچ اس کے علم اور اس کے تمام جوازاکات ہیں ان سے بہت زیادہ نصیب ہو جاتا ہے۔

عالم امر کے یہ دائرے کم و بیش چالیس سے اوپر ہیں اور ہر دائرہ اپنے سے نیچی ساری کائنات سے وسیع ہوتا ہے ان دوائر میں داخلہ بھی اللہ کی عطا اور شیخ ہی کی توجہ سے ممکن ہے اور ان کو عبور کرنے کے لیے بھی توجہ ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ آدمی کو لاکھوں بار عمر نصیب ہو اور ساری عمر وہ بیٹھ کر اس دائرے میں سفر کرتا رہے تو شاید اس کی وہ لاکھوں عمریں بھی کم پڑ جائیں اور وہ دائرہ قطع نہ ہو سکے۔ اگر کوئی ایسا خوش نصیب ہو کہ یہ سارے دوائر وہ قطع کر سکے۔ تو حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا تھا کہ ان دوائر کی انتہا پر یوں سمجھ آتی ہے جیسے ایک چوتھائی سلوک ختم ہو گیا کیونکہ اس سفر کی کوئی انتہا نہیں قرب الٰہی کی کوئی حد نہیں ہے اور کوئی ایسا مقام نہیں ہے کہ جو مقام ایسا ہو کہ وہیں پر اللہ کریم کی ذات موجود ہے بلکہ وہ ہر جگہ بھی ہے لیکن اس کے قرب کو پانے کے لیے منازل کی بہت بے پناہ وسعتیں ہیں نہ صرف اس زندگی میں بلکہ برزخ میں میدان حشر میں اور جنت کے ہر لمحے میں ان لوگوں کو مسلسل ترقی نصیب ہوتی رہے گی۔ جنت کی زندگی جو کبھی ختم نہ ہو گی اس میں نہ کبھی ختم ہونے والی ترقی بھی ہوتی رہے گی۔ پھر بھی کوئی منزل انتہائی منزل نہیں ہو گی۔ یہ کہہ دینا کہ فلاں نے سلوک تمام کر لیا یہ صرف اس بات کی دلیل ہے کہ

سلوک کو وہ آدمی سمجھ ہی نہیں سکا کیونکہ اس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

سلوک قرب الٰہی کا نام ہے قرب الٰہی کی کوئی انتہا نہیں ہے جیسے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم کا ہر لمحہ حیات طیبہ کا پہلے کی نسبت زیادہ ترقی پاتا ہے آپ اندازہ فرمالیجئے ظاہری طور پر بھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد کائنات بسیط میں جب کوئی اللہ کا نام لیتا ہے تو اس کا معلم ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کوئی پیشانی سجدہ کرتی ہے تو سجدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا، کوئی اللہ کی اطاعت کرتا ہے تو اطاعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی، کوئی اللہ سے محبت کرتا ہے تو وہ محبتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم فرمائی۔ تو گویا کائنات کا ہر فرد جتنی عبادت کرتا ہے اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا اس کا اپنا۔ یہ صرف بعثت کے بعد نہیں بلکہ ہے پہلے جس قدر انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے وہ برکات محمدیہ کے امین تھے ان کی وساطت سے لوگوں کو جو ہدایت نصیب ہوئی وہ بالواسطہ وہ عطا بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی بعثت کے بعد براہ راست انسانیت مستفید ہوئی اور بعثت سے پہلے اپنے انبیاء علیہم السلام کی وساطت اور واسطے سے تو اس میں جو اللہ کی گئی، جو نیکی کی گئی، جو جہاد کیے گئے، جو محنتیں ہوئیں، جو ہجرتیں ہوئیں ان سب میں اتنا ہی ثواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جتنا کائنات کے کسی انسان کا ہے۔ اب اس کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی عبادتیں آپ کی ذاتی طلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی اذکار، افکار ان کا اپنا ایک مقام ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سجدہ ساری کائنات کے دائمی اور ابدی سجدوں سے کروڑوں گنا بڑھ کر فضیلت رکھتا ہے۔ یہ وہ فضائل ہیں جنہیں ہم نے بظاہر یا علمی اعتبار سے یا عقلی اعتبار سے دیکھتے ہیں یا شمار کر سکتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ خصوصیات وہ منازل اور عطا جو ہر لمحہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر متوجہ ہے اور جس کے لیے قرآن حکیم نے استمرار کو استعمال فرمایا ہے۔

ان اللہ وملیکتہ یصلون علی النبی ۔ ہر آن اللہ اپنی رحمتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر متوجہ رکھتا ہے ہر فرشتہ ہر آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے طلب رحمت کرتا ہے یہ وہ مقامات ہیں جنہیں ہم سمجھ نہیں سکتے شمار نہیں کر سکتے تو ان سب کو اگر دیکھا جائے تو ایک لمحہ حیات طیبہ میں جو ترقی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوتی تھی اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا وہ ترقی بدستور اسی طرح ہے اللہ کی رحمتوں کا نزول اسی طرح ہے فرشتوں کا طلب رحمت اسی طرح ہے مومنین کا درود اسی طرح ہے اور اللہ کی ساری کائنات میں اللہ کی اطاعت اسی طرح ہے تو گویا یہ ساری ترقی جو حیات دنیوی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب تھی وہ حیات برزخ میں یا روضہ اطہر میں اسی وقت، اسی کروفر، اسی شان سے ہر لمحہ ہر آن نصیب ہے عرصہ محشر میں حضور اکرم کا ارشاد موجود ہے لمبی حدیث کا حصہ ہے کہ مجھے وہ کلمات تعلیم فرمائے گا رب العزت کہ میں اس سے پہلے نہیں جانتا دعا کرنے کے لیے خلق خدا کا حساب شروع کرانے کے لیے جو دعا ہو گی اس کا مطلب ہے عین عرصہ محشر میں بھی نبی کریم کی ترقی ہو رہی ہو گی۔ وہ منزل جو اس سے پہلے نہیں ہیں اس وقت طے ہو رہے ہوں گے جنت میں تو ہر جنتی کے لیے اللہ کا وعدہ ہے کہ ہر لمحہ پہلے سے بہتر ہو گا۔ ہر کھانے کی لذت پہلے سے بڑھ جائے گی ہر لباس کی خوبصورتی پہلے سے بڑھ جائے گی ہر لمحے کی کیفیات پہلے کی نسبت زیادہ ہوں گی تو اگر ہر جنتی کے لیے یہ ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم تو جنتوں کا سنگھار ہیں اس کا معنی یہ ہوا کہ تخلیق سے لے کر ابدالاباد درجات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل ترقی کرتے رہیں گے اور منازل کی انتہا نہیں آئے گی۔

سلوک ہو یا تصوف، ولایت ہو یا نیکی، بزرگی ہو یا پاکدامنی یہ ساری چیزیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وعلیٰ الہ وسلم کی گرد پائیں نہ آپؐ کا سفر تھمے گا نہ آپؐ کی ترقی ختم ہو گی اور نہ آپؐ کے نقوش کف پا سے پھول چننے والوں کے لیے کوئی منزل آخری منزل ہو گی اس کی کوئی انتہا نہیں ہے اس کا اندازہ کرنا انسانی بس کی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ مسلسل چلنے، مسلسل اس میں فنا ہونے مسلسل، مرنے مر کے جیسے جانے کا نام ہے یہ آگ ہے جو لگ تو سکتی ہے اس کا بجھنا ممکن نہیں ہوتا اس کی کوئی انتہا نہیں۔

تو یہ نعتیں یا یہ بحث جو باتیں میں عرض کر رہا ہوں یہ باتیں کرنا حاملین نسبت اویسیہ کا کام ہے دوسرا کوئی اس دروازے کو کھٹکھٹا بھی نہیں سکتا چہ جائیکہ کہ آپ کو اندر کی بات بتائے۔ اس لیے کہ کائنات میں نبوت کا نظام جس طرح سے جاری رہا ہے ہر نبی اللہ کا برحق نبی تھا۔ ہر نبی نے مخلوق کو واصل باللہ کیا' اللہ کی بارگاہ میں پہنچایا' ہر نبی نے اللہ کی معرفت عطا کی' لیکن ہر نبی کی اپنی خصوصیات تھیں اپنا طریقہ عبادت کا تھا اور اس کی برکات کی حد تھی زمانے کے اعتبار سے بھی بعض نبی صرف ایک گاؤں کے لیے مبعوث ہوئے دوسرے گاؤں والوں کے لیے ان کا اتباع ضروری نہیں تھا۔ بعض نبی ایک قوم کے لیے مبعوث ہوئے دوسری قوم کے لیے نہ ان کا اتباع ضروری تھا اور نہ دوسری قومیں ان کی مکلف تھیں اتباع کی۔ نہ انہوں نے دوسری قوم کو دعوت ہی دی اس سے ان کی نبوت کی شان میں فرق نہیں آیا ان کے فرائض میں فرق آیا۔ آپ دیکھتے ہیں حضرت ابراہیم خلیل اللہ جیسا اولوالعزم رسول موجود ہے لیکن درمیان میں ایک چھوٹا سا دریا ہے دریا کے اس پار حضرت لوط علیہ السلام موجود میں دریا کے اسی پار اتباع لوط کا واجب ہے دریا کے اس طرف آئیں تو حضرت ابراہیم کی نبوت ہے اسی ایک وقت میں وہی ایک فرشتہ خوشخبری دیتا ہے ابراہیم علیہ السلام کو بیٹا پیدا ہونے کی اور وہ ہی یہ خبر بھی بتاتا ہے کہ میں ان فرشتوں کے ساتھ جا رہا ہوں لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لیے۔ تو ایک ہی وقت میں ایک دریا کے اس کنارے ابراہیم کی نبوت ہے اور اس کنارے لوط کی نبوت ہے۔ اور یہ حال ہمیں پورے عرصہ نبوت میں ملتا ہے تا آنکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوتے ہیں کہ وہ سوتا فیض کا ہر وہ ذرہ نور کا ہر وہ روشنی ہر وہ قدم قرب الٰہی کا ہر وہ ذرہ محبت اور عشق الٰہی کا ہر وہ پہلو طلب الٰہی کا وہ ساری خوبیاں وہ سارے حسن وہ ساری طلب وہ ساری محبتیں سمٹ کر ایک وجود اقدس میں سما جاتی ہیں اور یہ ہر ایک کو جیسا اس کا مزاج ہے جیسی اس کی طلب ہے جیسی اس کی استعداد ہے ویسی برکات صرف ایک ذات سے نصیب ہونا شروع ہو جاتی ہیں یہی معنی ہے ختم نبوت کا۔

یہ جن باتوں پر بڑا جھگڑا ہوتا ہے دلیلیں دی جاتی ہیں وہ محض علمی الجھاؤ ہیں۔ بعض باتیں ہی باتیں ہیں حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد پوری انسانیت کا کوئی متنفس ایسا نہیں رہ جاتا جو اس کی طلب یہ اس کے مزاج کے مطابق اسے برکات نصیب نہ ہوں۔ یعنی کسی نئے نبی کی بعثت کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ ختم نبوت کا یہی معنی ہے اور یہ کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نیا نبی تسلیم کیا جائے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کمال جو ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کا انکار کیا جاتا ہے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ انسانیت کا کوئی پہلو تشنہ رہ گیا جس کی تکمیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے نہ ہو سکی اس کے لیے دوسرا نبی مبعوث فرمایا اسی لیے کسی نئے نبی کا ماننا کفر ہے اجماعی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا انکار بن کر کفر بنتا ہے یہ تو تھا ایک ضمنی سا حوالہ ختم نبوت کا۔ کمالات رسالت پناہی میں یہ ہے کہ آدم سے لیکر حضرت عیسیٰ تک جس قدر انبیاء و رسل مبعوث ہوئے جس زمانے میں مبعوث ہوئے جس قوم میں مبعوث ہوئے جس سرزمین پر مبعوث ہوئے اور جس طرح کے انسانوں میں طلب تھی یا ان میں قبولیت کی استعداد تھی یہ ان کے مزاج تھے ہر قوم میں ہر وقت میں ہر زمانے میں ہر علاقے میں جو اس قوت کی استعداد اور طلب تھی اس کے مطابق کرامات اور معجزات دیکھ کر اور برکات دیکھ کر نبی

مبعوث کیا گیا لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو انسانیت کے ہر فرد کی طلب کی تکمیل کا جو انعام تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں موجود تھا اور ہر شخص اس چشم صافی سے سیراب ہو سکتا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ کتنے خوش نصیبوں کو نصیب ہوا اور کتنے محرومی قسمت اس سے محروم رہے لیکن محروم رہنے والوں کا قصور اپنا تھا اس طرف بھی ان کے لیے کوئی کمی نہ تھی سب کچھ موجود تھا۔

یہی حال سلاسل تصوف کا ہوتا ہے ایک بڑا معرکتہ الآرا سوال کیا جاتا ہے اس موضوع پر کہ سارے سلاسل جا کر حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کی طرف منتہی ہوتے ہیں باقی کسی صحابی سے کوئی سلسلہ بنتا یا چلتا نظر نہیں آتا اس کی کیا وجہ ہے یا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے کوئی سلسلہ نہیں بنتا ایسا کیوں ہے یا بعض لوگوں نے اسی کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کا معیار بنا کر شیخین پر اور متقدمین پر افضل ماننے کی سعی کی ہے تو یہ ساری باتیں اس ایک سوال سے پیدا ہوئیں۔ حق یہ ہے کہ جو برکات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بعد مختلف شعبے وجود میں آئے کوئی بھی ایسا شخص نہ تھا جو ان سب برکات کو بیک وقت سمیٹتا بلکہ وہ تقسیم ہو گئیں کسی کو آپ کا حسن بیان ملا کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فہم و ادراک سے اپنی استعداد کے مطابق کوئی ذرہ نصیب ہوا کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال ظاہری کا کوئی پرتو نصیب ہوا۔ کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم و کرم کا کوئی پرتو یا ذرہ نصیب ہوا کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جرات و دلیری کا کوئی شمہ نصیب ہوا کسی دوسرے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی وسعتوں میں سے کوئی قطرہ نصیب ہوا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم پر نماز روزے سے سبقت نہیں لے گیا کسی اور نیکی اور عبادت سے سبقت نہیں لے گیا بلکہ اس کیفیات اور اس دولت سے تم پر سبقت لے گیا ہے جو میرے دل اطہر میں تھی اور جسے میں نے اس کے سینے میں انڈیل دیا۔ یہ ایک حدیث کا مفہوم بنتا ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ساری کائنات مستفید ہوتی رہی۔ لیکن جس طرح جامع برکات کو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمیٹا کوئی دوسرا اس طرح نہ سمیٹ سکا تو کسی نئے سلسلے کی ضرورت پیش نہ آئی بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ کی برکات کو مختلف لوگوں نے مختلف انداز سے وصول کیا لیکن جامع طریقے سے اس کا نام حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی امانت اسی طرح جامع طور پر جس نے وصول کی اس کا نام ہے علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد پھر پانچواں کوئی شخص ایسا جامع نہیں ملتا جو ان سب صفات کو بیک وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وصول کرے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پر آ کر بے شمار سوتے پھوٹتے ہیں اور بے شمار سلاسل شروع ہو جاتے ہر شخص اپنے انداز میں ان برکات کو لیتا ہے اس لیے ہر سلسلہ تصوف وہاں جا کر ختم ہو جاتا ہے بحر نبوت کی جو لہر صلی اللہ علیہ وسلم سے نکلتی ہے وہ اس جوش و جذبے اسی روانی سے بحر صدیقیت میں سے گذرتی ہے فاروقیت میں سے گزرتی ہے بحر غنا میں سے گذرتی ہے حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم تک پہنچتی ہے لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آگے اتنا وسیع ظرف نہیں آتا جو اس سارے بحر کرم کو سمیٹ لے بلکہ پھر مختلف دریا مختلف چشمے مختلف نہریں اس میں سے نکلنا شروع ہو جاتی ہیں تو اب اگر کسی نہر کے راستے کسی دریا کے راستے کسی چشمے کے راستے اگر کوئی وہاں تک پہنچے تو اس نے گویا اس بحر صافی کو پا لیا جس کا منبع سینہ اطہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

لیکن نسبت اویسیہ ایک واحد نسبت ہے جس میں مشائخ اویسیہ میں اور ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

میں صرف ایک ہستی ہے اور وہ ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ آپ کی مسلسل برکات کا وہ پہلو ہے جو جسے نصیب ہو جائے۔ وہ تمام سلسل کی انتہا سے بہت آگے جا کر ابتداء کرتا ہے یہ بڑا عجیب پہلو ہے اس کا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و برکات میں یہ بات بڑی واضح ہے آپ ان ساری باتوں کو اگر چھوڑ بھی دیں کہ صرف ایک بات کہ جو تین راتیں ہجرت کی غار ثور میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیب ہوئیں تین شبانہ روز پوری کائنات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کرنے والا صرف اللہ کا ایک بندہ تھا۔ تین شبانہ روز اس مہر منیر سے جس سارے جہانوں کو منور کرنا تھا جس کی پوری روشنی پوری توجہ پوری تمازت پوری حدت کو سمیٹنے والا صرف ایک شخص تھا اللہ کا بندہ ابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا تھا کہ آپ ایسا کریں کہ جو نیکیاں میں آج تک کر چکا ہوں وہ بھی اور جو مرنے تک اللہ مجھے نصیب کرے گا وہ بھی جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے آپ صلی علیہ وسلم نے فرمایا عمرؓ کی نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں ایسی ہیں جیسے کسی رات میں ستاروں سے بھرا آسمان ہوتا ہے۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ اے صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ ساری نیکیاں میں آپ کی نذر کرتا ہوں ایک رات ثور کی راتوں میں سے آپ مجھے عطا کر دیں انہوں نے فرمایا نہیں یہ تو اللہ کی عطا ہے اس نے جسے چاہا دے دی آپ اپنی نیکیاں ضرور رکھیں لیکن قرب کے وہ لمحات جو ان راتوں میں مجھے نصیب ہوئے وہ میں کیسے دے سکتا ہوں سودا منظور نہیں کیا تھا ابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔ تو یہ استفادہ جو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیب ہوا اور جس کی وجہ سے معیت الٰہی کا ایک خاص درجہ جس میں صرف دو ہستیاں ہیں انبیاء علیہم السلام میں امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور غیر انبیاء میں پوری انسانیت میں صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دو ہستیاں ایسی ہیں جنہیں براہ راست اور ذاتی معیت الٰہیہ نصیب ہے ان اللہ معنا اس معنا میں صرف یہ دو ہستیاں ہیں یہ کیفیت معیت ذاتیہ کی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تقسیم ہوتی ہے یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پاتے ہیں عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پاتے ہیں علی المرتضیٰ بھی پاتے ہیں دیگر صحابہ بھی پاتے ہیں تو تابعین تبع تابعین بھی پاتے ہیں اولیاء اللہ بھی پاتے ہیں لیکن یہ ایسا بحر بے کراں ہے کہ اس کا مرکز صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات سے آگے نہیں بڑھتا پھر کوئی دوسرا اس پائے کا اللہ کا بندہ اس وسعت کا امین یا ان منزلوں کا راہی دوسرا کوئی بھی نظر نہیں آتا جو اس کا مرکز ثانی بنے یہ پھر ہمیشہ وہیں سے تقسیم ہوتی رہتی ہے اور اس تقسیم ہونے والی نسبت کو نسبت اویسیہ کہتے ہیں اس لیے اسے تمام سلاسل پر یہ فوقیت حاصل ہوتی ہے کہ کسی بھی سلسلے کا کوئی فرد جسے مالک الجذوبی سے آگے بڑھنا نصیب ہو جائے عرش کے منازل میں قدم رکھے تو نسبت اویسیہ ہی اس کی دستگیری کرتی ہے اس سے آگے اسے یہی نسبت نصیب ہو جاتی ہے تب وہ آگے چل سکتا ہے تمام سلاسل سے آگے بڑھنے والے حضرات اسی نسبت کو پا لیتے ہیں۔

جب اس نسبت کا ظہور ہوتا ہے تو پھر دنیائے تصوف میں یہی لوگ ہوتے ہیں جو تمام سلاسل کے لیے مرکز کی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں اور جب اس کا ظہور ہوتا ہے اور زمین پر جب اس کے حامل افراد اللہ کریم پیدا فرماتا ہے اور ان سے برکات تقسیم کرنا شروع کرتا ہے تو اصول یہ بن جاتا ہے کہ روئے زمین پر جتنے سلاسل تصوف چل رہے ہوں وہ پھر ان کے مشائخ سے وصول کرتے ہیں اپنا حصہ براہ راست پہنچنے کے لیے کسی کے پاس وہ قوت نہیں رہ جاتی اور یوں یہ تمام سلاسل تصوف کا مرکز بن جاتا ہے۔

جس طرح پہلے انبیاء کے زمانے میں تھا کہ دریا کے اس پار اتباع شرط ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا۔ دریا کے اس پار اتباع شرط ہے لوط علیہ السلام کا۔ اسی طرح باقی سلاسل میں ہے کہ کچھ لوگوں کو ایک سلسلے

سے حصہ نصیب ہوتا ہے لیکن کچھ لوگوں کا اس میں حصہ نہیں ہوتا انہیں کسی دوسرے شیخ سے دوسرے سلسلے سے یہ برکات نصیب ہوتی ہیں اور آپ نے سنا ہو گا مشائخ کے ارشادات میں کہ انہوں نے بعض لوگوں کو فرما دیا کہ تمہارا حصہ میرے پاس نہیں ہے کہ تم فلاں شخص کے پاس جاؤ یا فلاں جگہ چلے جاؤ اور یہ انہوں نے صحیح فرمایا کہ تمام نسبتوں میں یہ ہوتا ہے کہ کچھ ایک خاص مزاج کے لوگوں یا خاص استعداد کے لوگوں کے لیے ایک خاص قسم کے لوگوں کے لیے ان کے پاس جو نسبت ہوتی ہے دوسری قسم کے لوگوں کو دوسری نسبت کا شیخ تلاش کرنا پڑتا ہے۔

لیکن نسبت اویسیہ وہ وسیع سمندر ہے جس میں پوری انسانیت کے ہر فرد کا حصہ موجود ہوتا ہے یہ کسی کو نہیں کہتے کہ تمہارا حصہ میرے پاس موجود نہیں ہے اس لیے کہ ان کے پاس وہ پرتو جمال ہوتا ہے جو ساری انسانیت کے لیے ہے اور ہمیشہ کے لیے ہے اور صرف یہ نسبت اویسیہ ہے جس میں یہ کوئی قید نہیں ہے کہ کس کا حصہ ہے یا کس کا نہیں ہے صرف آنے کی دیر ہے طلب کی دیر ہے تلاش کی دیر ہے جو جاہیے اس میں سے جتنا چاہیے وصول کر سکتا ہے یہ وہ واحد نسبت ہے جسے روئے زمین کے کسی سلسلے کا کوئی شیخ اس کے کسی ابتدی کا جس کو ایک لطیفہ بھی کرا دیا جائے وہ لطیفہ سلب نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ سلب کرنے کے لیے اس سے بالا استعداد شرط ہے اور کوئی سلسلہ اس سے بالا ہوتا نہیں۔ سب اس سے نیچے ہوتے ہیں اور نیچے والا اوپر سے کچھ نہیں چھین سکتا۔ خود اس کے اپنے مشائخ کا مزاج ایسا ہے کہ وہ سلب نہیں فرماتے یہ الگ بات ہے کہ کوئی اپنی کوتاہی سے اپنی خطاؤں سے اپنی سستی سے اس نعمت کو ضائع کر دے تو وہ الگ بات ہے لیکن اس کے مشائخ کا اسلوب یہ ہے کہ اس وقت تک سلب نہیں فرماتے جب تک کسی کے گمراہ ہونے کا اندیشہ نہ ہو اور اگر سلب کرتے ہیں۔ تو میرا کم از کم یہ تجربہ ہے کہ جن لوگوں سے میں نے نسبت سلب ہوتی دیکھی ہے وہ اپنے ساتھ نور ایمان کو بھی لے کر گئی ہے پھر اس کے پاس بچا کچھ نہیں لیکن اس میں یہ قوت ہے کہ کسی سلسلے کا کوئی فرد اس کی کسی نسبت کے کسی ذرے کو سلب نہیں کر سکتا اور خود اس کے مشائخ اتنے وسیع الظرف ہوتے ہیں کہ ایسا وسیع الظرف انسان ہی اس نسبت کا حامل ہو سکتا ہے کیا یہ کم وسیع الظرفی ہے کہ بلا تمیز رنگ و نسل بلا تمیز جنس بلا تمیز علم و عمل بلا تمیز کسی کی عمر اور قید کے ہر آنے والے کا دل منور کر دیا جائے اسے زیادہ وسیع الظرفی کا کیا شمار ہو سکتا ہے اور یہ صرف ان لوگوں کا کام ہے ورنہ ہر سلسلے کے لوگ برسوں آدمی کو چلاتے رہتے ہیں جانچتے رہتے ہیں پرکھتے رہتے ہیں کیسا آدمی ہے پھر اگر مناسب سمجھتے ہیں تو اس کے دل میں کوئی نور انڈیلتے ہیں ورنہ نہیں یہ ایسے مزاج کے لوگ ہیں ان کے پاس چور آئے ڈاکو آئے بدکار آئے۔ میں نے یہ دیکھا ہے ان کے پاس کافر آئے اسے کہا بیٹھو یار اللہ اللہ کیا کرو وہ کافر مسلمان ہو گئے جاہل آئے اور وہ عالم بن گئے عجیب لوگ ہیں یہ۔ یہ اس بات کو نہیں دیکھتے کہ کس میں استعداد کتنی ہے اس کو کیا دیا جائے جو آجائے اسے عطا کر دیتے ہیں اور استعداد بھی ان کے دروازے سے مل جاتی ہے یہ بڑی عجیب بات ہے اور میرے خیال میں اس سے بڑھ کر وسیع الظرفی کا یا سخاوت کا دنیا میں کوئی تصور نہیں ہے کوئی دینے والا نہ صرف دولت دے بلکہ دامن بھی اپنے گھر سے دے دے کہ یہ دامن بھی مجھ سے لے جاؤ اگر تمہارے پاس دامن بھی نہیں ہے دامن میں دولت کا ہونا تو الگ بات ہے دامن بھی نہیں ہے تو یہ بھی مجھ سے لے جاؤ اس میں دولت سمیٹ کر لے جاؤ یہ بڑے عجیب لوگ ہیں اور اسی لیے یہ بہت کم یاب ہوتے ہیں کہ پندرہ صدیوں میں ان کے گیارہ مشائخ ملتے ہیں پندرہ سو سال میں یہ گیارہ ہسپتال ملتی ہیں پندرہ سو سال میں کتنی مخلوق گذری کتنے ولی اللہ گذرے کتنے کامل گزرے کتنے واصل باللہ گزرے

اللہ نگاہ دے تو آسمان پر اتنے ستارے نہیں چمکتے جتنے اولیاء اللہ کے انوارات زمین پر چمکتے ہیں جو

لوگ پیوند زمین ہو چکے لیکن ان میں ان چودہ پندرہ سو سالوں میں صرف گیارہ افراد ایسے تھے جو اس نسبت کے تقسیم کرنے والے اس کے حامل تھے تو کتنی قیمتی دولت ہے کتنی بڑی بات ہے اور کتنی عجیب خوش نصیبی ہے کہ رب کریم نے ہمیں ان کے دامن سے وابستہ کردیا اللہ کی عطا کسی کی استعداد کو نہیں دیکھتی بلکہ جسے وہ عطا کرتا ہے اسے استعداد بھی دے دیتا ہے اور یہ اس کا بڑا عجیب احسان ہے کہ مختلف اعتبارات سے ہم بہت محروم بھی رہے کہ بہت سے مبارک زمانے عہد نبوت ہم نہ پا سکتے' قرب نبوت' نہ پا سکے' صحابہ کا دور نہ پا سکے تابعین تبع تابعین کا دور نہ پا سکے وہ فضائیں وہ غزوات وہ ہجرتیں وہ نعمتیں وہ دوستین قرب الہی کے وہ لمحات ہم نہ پا سکے دنیا میں بہت دیر سے اللہ نے ہمیں بھیجا

لیکن اس کا کتنا احسان ہے کہ ان ساری برکات کو سمیٹ کر نسبت اویسیہ کے طفیل پھر ہمیں نصیب فرما دیا ہے بے شمار وسیع کائنات میں جب لوگ مادیت پر فدا ہو رہے ہیں اور مادی لذتوں کے لئے کٹ مر رہے ہیں اپنا سب کچھ نچھاور کر رہے ہیں۔ اپنے اوقات۔ اپنے لمحات۔ اپنی طاقتیں۔ اپنی قوتیں۔ اپنی محبتیں اپنی طلب۔ اپنی آرزو۔ اپنی جستجو کو دنیا کی لذتوں پر لٹا رہے ہیں۔ اس افراتفری کے زمانے میں اس طوفان بدتمیزی میں اس نے ہمیں نسبت اویسیہ سے وابستہ کر کے کتنا احسان فرمایا کتنا کرم ہے اس کا کتنا احسان ہے اس کا اور کتنی شفقتیں اور کتنی رحمتیں اور کتنی مہربانیاں ہیں اسکی کہ اس نے صدیوں کی وسعتوں کو سمیٹ دیا اس نے زمانے کی بساط کو لپیٹ دیا اور اللہ ہو کی ایک ضرب سے ہم جیسے بدکاروں کی ارواح کو بھی یہ قوت بخشی کہ وہ بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے جمال جہاں تاب سے سیراب ہو ان وسعتوں زمانوں کی وسعتوں کو صدیوں کی وسعتوں کو اور دنیاؤں کی وسعتوں کو عالم دنیا سے نکل کر عالم برزخ کی وسعتوں کو طے کرتی ہوئی حضور مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے اور جمال مصطفوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سیراب ہو یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ یہ کوئی تھوڑا سا کام نہیں ہے یہ الگ بات ہے کہ اللہ نے ہمیں یہ قوت بخشی ہے کہ یہ روز مرہ کا معمول بن جاتا ہے یہاں یہ یوں بٹتی ہے جیسے کوئی عام سے چیز ہو ہر آنے جانے والے کو دی جارہی ہو لیکن اس سے اس کی قیمت میں فرق نہیں آتا اس کی قدر و منزل نہیں گھٹتی یہ اس کا احسان ہے کہ اس نے یہاں لوٹ مچا دی اور لوگ دامن بھر بھر کر سمیٹتے ہیں خواتین ہوں یا حضرات بچے ہوں یا بوڑھے لیکن یہ بہت بڑی دولت ہے بہت بڑا انعام ہے بہت بڑی نعمت ہے اس کی اور اسے یوں لٹانا یہ صرف نسبت اویسیہ کا کام ہے ورنہ عمریں صرف ہوجاتی ہیں

مولانا احمد علی لاہوری رحمتہ اللہ تعالی علیہ اپنے زمانے کے قطب ارشاد تھے بہت بڑی ہستی تھی ان کی صاحب منصب بھی تھے فرماتے تھے میں نے پینتالیس برس لگائے اور یہ نعمت حاصل کی کوئی میرے پاس چار برس لے کر آئے چار برس کا خرچہ اپنے بچوں کو دے کر آئے چار برس اسے میرے پاس تنہائی میں بیٹھنا ہوگا تو میں اسے فنا فی الرسول کرادوں گا اور ان کے ارشادات آج بھی ان کی تقاریر کے مجموعوں میں ان کے رسالوں میں موجود ہیں اور یہ اتنی بڑی بات تھی کہ میرے خیال میں ان کے علاوہ صدیوں میں کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جس نے ایسا بھی کہا ہو

کہاں وہ اور کہاں اس نعمت کی یہ ارزانی کوئی اپنے گھر میں رہے اپنا کام بھی کرے اپنے کاروبار میں بھی رہے معمولات میں باقاعدگی کر کے سلسلے کے مشائخ سے رابطہ رکھے تو جو جہاں ہے اور جیسا ہے وہیں اس کو یہ دولت نصیب ہوجائے یہ معمولی بات نہیں ہے یہ تو وہ اندازہ کر سکتے ہیں جو ان نعمتوں کے سمجھنے اور جانے والے ہیں انہیں اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کیا عجیب بات ہے تو یہ اسی نسبت کی خصوصیات ہیں یہ اس راستے کے نشان ہیں یہ اس منزل کی مسافتیں ہیں اللہ کریم نے آپ کو یہ نعمت اس کی طلب اور اس کی طرف بڑھنے کی اگر قوت عطا فرمائی ہے تو کچھ بندے کے ذمے بھی آتا ہے بندہ بھی مکلف ہوتا ہے اور نعمت کا شکریہ ہوتا

ہے کہ اس کی عظمت کو پہچانا جائے اس کی قیمت کو پہچانا جائے اور اس انداز سے سر نیاز خم کیا جائے اس انداز سے خدا کا شکر ادا کیا جائے جتنے اس کے احسانات ہیں اور اس کا کرم عجیب ہے کہ فرماتا ہے

تم شکر ادا کرو گے میں اور بڑھا دوں گا

انعامات کو شکر نعمت اس نعمت کی یاد کو تازہ رکھنا طلب و جستجو کو قائم رکھنا۔ آگے بڑھتے رہنے کا نام شکر ہے پیچھے ہٹنے کا نام شکر نہیں ہے فرمایا۔

پیچھے ہٹنے کا نام ناشکری ہے کفر ہے۔ شکر نعمت آگے بڑھنے کا نام ہے مزید طلب و جستجو کا نام ہے مزید مجاہدے اور اطاعت کا نام ہے مزید محبت و …ق کا نام ہے۔

تو یہ اجتماعات یہ حاضری یہ مل بیٹھنا یہ ذکر کی محفلیں کسی دنیوی کام کے لئے نہیں یا کسی دنیوی رشتے کے لئے نہیں ہیں اور بڑے کم سوچ رکھنے والے وہ افراد ہیں جو اس میں سے دنیا داری تلاش کریں یہ خالص قرب الٰہی کی طلب کی محافل ہیں خالص تجلیات باری کی طلب کی آرزو و جستجو ہے جن احباب کو جتنا بھی وقت نصیب ہوا الحمد اللہ یہاں کا ایک لمحہ بھی اس کی بہت بڑی عطا کا شامل ہوتا جنہیں بہت زیادہ نصیب ہوا ان کی اپنی قسمت تھی جنہیں جتنا جتنا نصیب ہوا اللہ کریم اسے ہمیشہ کے لئے اور دائمی نعمت اور انعام کے طور پر عطا فرمائے خطا اور لغزش و کوتاہی انسان کی سرشت میں داخل ہے اور پھر جب انعامات عطا ہوتے ہیں تو شکر اس درجے کا واجب ہوجاتا ہے انسان کے لئے بہت مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ اس نعمت کے شکر کو ادا کر سکے اور حقیقت شکر ہے بھی یہ کہ جب آدمی کو ادراک ہو جائے کہ میں شکر بھی کر نہیں سکتا حقیقت شکر بھی یہی ہے کہ آدمی کو یہ سمجھ آجائے کہ اس کی نعمتیں اتنی ہیں کہ میں چاہوں تو شکر بھی ادا نہیں کر سکتا میں جتنا کروں یہ کم پڑتا چلا جائے گا۔

دعا کے لیے تو یہی چند الفاظ نہیں۔ یہ طلب و جستجو اللہ آپ کے نہ چھینے۔

یَا وَاجِدُ

اگر کوئی شخص کھانا کھاتے وقت ہر لقمہ پر یہ اسم مبارک پڑھے گا تو کمی نا اس کے پیٹ میں فتور ہو جائے گا۔

یَا بَصِیْرُ

جو کوئی شخص اس مبارک نام کو عصر کی نماز پڑھنے کے بعد سات بار پڑھے گا تو اس کی موت رات یا دن کے کسی بھی حصے میں اچانک واقع نہیں ہوگی۔

یَا عَظِیْمُ

جو کوئی شخص سات مرتبہ یَا عَظِیْمُ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پئے گا تو اس کے پیٹ کی تکلیف دور ہو جائے گی۔

(زرمینہ ولد مبارک زئی)

۲ کنال پلاٹ
برائے فروخت

برلب بلن روڈ اویسیہ سوسائٹی لاہور
انتہائی ارزاں قیمت بذریعہ خط مطلع کریں۔
صرف سلسلہ کے ساتھی رجوع کریں۔
معرفت
دفتر المرشد اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

غبارِ راہ

بے حد شگفتہ، اُجلی اُجلی اور جذب کرنیوالی تحریر

جس میں سفر بھی ہے، سیر بھی ہے، مزاح بھی ہے، تہذیبِ مغرب کی عکاسی اور تجزیہ بھی ہے۔ مگر ان سب کے علاوہ اور ان سب پر مقدم اُس مقدّس اور عظیم مشن کی تکمیل اور اپنے فرض کی ادائیگی کا احساس ہے جو اس تحریر کو ایک منفرد شان، حُسن اور مقصدیت بخشتا ہے۔ اِس پائے کی تحریر صرف ایک ہی قلم کی زینتِ نوک ہو سکتی ہے

شیخ المکرم حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہٗ
کے سفرناموں کا مجموعہ

قیمت: ۱۳۰ روپے